۸/۱ فتح ۱۳۴۵ ہش | ۲۴/۱۷ شعبان ۱۳۸۶ ہجری | ۸/۱ دسمبر ۱۹۶۶ عیسوی

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں

یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے!

کلماتِ طیّبات سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینۂ قانونِ قدرت اور صحیفۂ فطرت سے نظر آرہا ہے۔ اسلام نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نورِ قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۵)

"کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے ہم اس پر ایمان لائے ہم نے اس کو شناخت کیا تمام دنیا کا وہی خدا ہے ....

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔"

"اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو لوگوں کے دلوں میں بٹھادوں۔ کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔"

(کشتی نوح)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رابا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ـــــــ مورخہ ۱۸؍دسمبر ۱۹۶۹ء

زندہ خدا کی زندہ تجلیات

انسانی فطرت کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر ایک انسان کے دل میں محبت کی ایک آگ ہے جو بھڑک رہی ہے وہ کسی گمشدہ چیز کی تلاش کر رہا ہے۔ اسی لافانی جذبہ محبت کا اثر ہے کہ بہت سے لوگ بھول بھٹک کر اسی محبت کو جو محبوب حقیقی کا حق تھا دوسروں پر خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جب اپنی بے ثباتی سے وہ انہیں مفارقت دے کر الگ ہو جاتے ہیں یا باوجود بڑی کوشش اور سعی کے وہ ان کے دل کو پورے طور پر تسکین نہیں پہنچا سکتے تو دل محسوس کرتا ہے کہ یہ محبت ان فانی چیزوں کے لئے نہیں بلکہ کسی اور ہستی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قدرت حق نے فطرتِ انسان میں اپنی یہ محبت کی یہ آگ سلگا کر اسے سرگردان نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اگر درد دیا ہے تو دوا بھی دی ہے جس چیز کا اس نے عشق لگایا ہے اس کا راستہ بھی اس نے خود ہی کھولا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ (انعام آیت ۱۰۴)

انسانی نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن وہ نظروں تک پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بڑا باریک بین، ہر قسم کی خبر رکھنے والا خدا ہے یعنی انسان اپنے علم کے زور سے خدا کو نہیں دیکھ سکتا البتہ جس طرح بچے کے چلانے سے ماں کی چھاتیوں میں خود بخود دودھ اتر آتا ہے بعینہٖ جب بندے کے اندر جستجو کا سچا جذبہ حرکت میں آتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اپنے فضل سے اس پر جلوہ گر ہوتا ہے تب انسان کو مطلوب حقیقی مل جاتا ہے اور اس کی تشنگی دور ہو جاتی ہے۔

خدا کی طرف سے اس رنگ کی کرم نوازی کا سلسلہ ہمیشہ جاری ہے۔ اور جب تک انسان اس دنیا میں بود و باش رکھتا ہے یہ سلسلہ جاری رہے گا اس میں انقطاع ممکن نہیں۔ وہ لوگ بڑی بھول کا شکار ہیں جو ایک مقام پر آ کر اس سلسلہ کا خاتمہ خیال کرتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ جب انسانی فطرت نہیں بدلی اس کے تقاضے کیونکر بدل سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم اسی ابدی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج آیت ۷۶)

اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اپنے رسول کو منتخب کرتا رہتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے بھی۔

آیہ کریمہ میں یصطفی فعل مضارع کے صیغہ میں جو حال اور استقبال دونوں کے معنے دیتا ہے یہی فطرت انسانی کے اس تقاضے کا عملی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں کسی مرد کامل کے دل کو اپنی تجلیات کی آماجگاہ بنا لیتا ہے اور پھر اس کے توسط سے خدا کی مخلوق اس کے انوار سے حصہ لیتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی اصفیٰ و اجلیٰ و اکمل تجلی سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

بندوں کے اضطراب کو دیکھ کر اور ان پر رحم کر کے آپ خدا سے ملنے کے لئے اس سے قریب ہوئے اور خدا بھی آپ کی ملاقات کے شوق میں اوپر سے نیچے آیا اور دونوں اس طرح آپس میں متحد ہو گئے جس طرح دو کمانوں کو جوڑنے سے دونوں کا وتر ایک ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں خدا کی غیر معمولی تجلی آپ پر ہوئی۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں اس امر کا اعلان کر دینے کا ارشاد فرمایا کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

تو کہہ دے کہ اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تم سے محبت کرے گا۔

چنانچہ خدا کو بھولی ہوئی دنیا نے پھر اپنے محبوب حقیقی سے اپنا تعلق پیدا کیا اور اس کے وصال سے شاد کام ہو گئی۔

اور پھر اس زمانہ میں جب سچی روحانیت دنیا سے معدوم ہو چکی تھی اور الحاد و دہریت کا بڑا زور تھا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظل کامل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر خدا تعالیٰ کی تجلی ہوئی۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے اس فضل کا ذکر کرتے ہوئے اس خدا کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا ؎

آں خدائے کہ ازو خلق و جہاں بیخبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

وہ خدا جس سے مخلوق اور لوگ بے خبر ہیں اس نے مجھ پر تجلی کی ہے اگر تو اہل ہے تو مجھے قبول کر (درثمین فارسی صفحہ ۔ مطبوعہ ۱۹۱۸ء)

اسی طرح آپ نے فرمایا ؎

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

نیز فرمایا ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

خدا تعالیٰ کی یہ تجلیات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کئی رنگ میں ہوئیں اور ہر تجلی اپنے اندر بڑی شوکت اور قدرت رکھتی ہے جو بیک وقت متلاشی حق کے لئے ہدایت اور سعید روحوں کے لئے ازدیاد ایمان کا ذریعہ ہے۔ اور قادیان وہ بابرکت بستی ہے جس میں زندہ خدا کی یہ زندہ تجلیات ظہور پذیر ہوئیں۔ مثلاً یہی وہ مقام ہے جہاں آج سے پون صدی پہلے خدا تعالیٰ نے حضور کو بعثت کی غرض و غایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اطلاع دی تھی کہ

(۱) یحی الدین و یقیم الشریعۃ ۔ ولو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ

یعنی آپ کے ذریعہ دین محمدی کا احیاء ہوگا اور شریعت کا قیام عمل میں آئے گا اور ثریا کے پاس گیا ہوا ایمان پھر زمین پر آئے گا اور لوگ تازہ ایمان کے ثمرات سے بہرہ ور ہوں گے۔

(۲) I shall give you a large party of Islam

میں تجھے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت عطا کروں گا۔

(۳) ـــ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

(۴) ـــ اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفۃ یصلون علیک۔

اسلام کے صدر اول کی طرح اس زمانہ میں اصحاب الصفہ کی طرز پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں کی ایک برگزیدہ جماعت عطا ہو گی جو اپنے دنیوی علائق کو چھوڑ کر محض دین کی خدمت و اشاعت کے جذبہ سے تیرے آستانہ پر دھونی رمائے بیٹھے رہیں گے۔

اب ان چار قسم کی تجلیات کا نشانات میں ظہور کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی اس پر ایک دنیا گواہ ہے اور ایک ایک بات

آفتاب آمد دلیل آفتاب

کا رنگ رکھتی ہے۔!!

خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آج ساری دنیا میں احمدیہ جماعت ہی وہ جماعت ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ اپنے دین کے احیاء کا حقیقی معنوں میں کام لے رہا ہے کیا بلحاظ اس کے کہ یہ بذریعہ تبلیغ و اشاعت قرآن کریم اور کیا بلحاظ جماعت کے افراد کے ذاتی عملی نمونہ کے جو اسلام کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتا ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب حضور اس قادیان کی بستی میں اکیلے تھے اور آپ کا حلقہ تعارف بے حد محدود تھا مگر اب تو خدا کے فضل سے آپ کے ماننے والوں پر سورج غروب نہیں ہوتا اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں اس برگزیدہ وجود سے عقیدت رکھنے والے موجود نہ ہوں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نے اپنی زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور عنایت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا ؎

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

(باقی صفحہ ۱۱ پر دیکھیں)

معارف القرآن

فطرتِ انسانی میں اسرارِ کائنات معلوم کرنے کی جستجو پائی جاتی ہے

یہ جد و جہد بتاتی ہے کہ اس کے اندر کسی بالائی طاقت کو پانے کی ایک تڑپ ہے جس کے بغیر چین نہیں آتا

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر کبیر جلد ۸ سورۃ الشمس کی آیت کریمہ ونفسٍ وما سوّٰھا کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے نفسِ انسان کی قابلیتوں اور ان سے استفادہ کی ضرورت پر مشتمل ایک پُر لطف نوٹ تحریر فرمایا ہے جسے افادہ احباب کی خاطر ذیل میں نقل کیا جاتا ہے (ادارہ)

نفسِ انسانی خود اس امر پر شاہد ہے کہ کوئی نور اسے آسمان سے ملنا چاہیئے۔ جس طرح زمین آسمانی روشنی کی محتاج ہوتی ہے اسی طرح تم آسمانی نور کے محتاج ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ اگر آسمان سے پانی نہ برسے تو زمین کی تمام سرسبزی و شادابی مٹ جاتی ہے۔ اُس کے درخت مرجھا جاتے ہیں۔ اُس کے پانی خشک ہو جاتے ہیں۔ اُس کی روئیدگیاں گل سڑ جاتی ہیں اور وہی زمین جو اپنی لطافت سے انسانی آنکھوں میں نور پیدا کر رہی ہوتی ہے۔ ایک لمبے عرصہ تک بارش نہ ہونے کے نتیجہ میں ایسی بنجر اور ویران ہو جاتی ہے کہ اُسے دیکھ کر انسان گھبرا جاتا ہے۔ یہی حال عالمِ روحانی کا ہے۔ آسمان سے جب تک

وحی والہام کا پانی

نازل نہ ہو روحانیت کے تمام کھیت مرجھا جاتے ہیں۔ تمام روئیدگیاں گل سڑ جاتی ہیں اور وحی و الہام کی بارش منقطع ہونے سے ارتقاء روحانی بھی بند ہو جاتا ہے اُس وقت یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ جس طرح آسمان کا زمین کے ساتھ تعلق ہے اسی طرح وحی والہام کا قلوبِ انسانی کے ساتھ تعلق ہے اگر آسمان زمین کی ہوا کو صاف نہ کرتا رہے تو انسانوں کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے کیونکہ وہ گندی ہوا جو سانس کے ذریعہ پھیپھڑوں میں سے خارج ہوتی ہے جمع ہوتی رہے اور وہی دوبارہ انسان کو اندر لے جانی پڑے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ گرم ہوا اوپر اُٹھتی ہے اور اس کی جگہ سرد ہوا آ جاتی ہے جو ہر قسم کے مضر اثرات سے پاک ہوتی ہے۔ اگر کسی کمرہ میں پانچ سو یا ہزار آدمی بیٹھے ہوں اور ان کے سانس کی ہوا اوپر کو نہ جاتے اور اس کی جگہ تازہ ہوا آ نہ جائے تو چند منٹ میں ہی تمام لوگ مر جائیں مگر اب کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم اپنے تنفس سے ہوا کو کس قدر گندہ کر رہے ہیں کیونکہ آسمان ساتھ ہی ساتھ صفائی کا کام کر رہا ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ ضرورت سے بھی زیادہ آدمی ایک کمرہ میں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو اُن کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ انسان جب ہوا کو گندہ کرتا ہے آسمان اُسے اُٹھا کر لے جاتا ہے اور اس کی جگہ پاکیزہ ہوا میسر آ جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ زمین بغیر آسمانی اشتراک کے کوئی کام نہیں کر سکتی۔ اب جاننا ہے کہ جس طرح زمین میں مختلف قسم کی قابلیتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح نفسِ انسانی میں بھی مختلف قسم کی قابلیتیں پائی جاتی ہیں۔

انسان کے اندر ایک تڑپ ہے ترقی کی

پیاس ہے صداقت کی، ندامت ہے غلطی پر اور ہر شے کی حقیقت معلوم کرنے کی اس کے اندر جستجو ہے۔ بچہ ابھی بول نہیں سکتا ہے تو ماں باپ کا دماغ چاٹ لیتا ہے اور بات بات پر پوچھتا ہے یہ کیا ہے وہ کیا ہے۔ لیمپ نظر آتا ہے تو پوچھتا ہے یہ کیا ہے۔ بلی نظر آتی ہے تو پوچھتا ہے یہ کیا ہے۔ درخت نظر آتا ہے تو پوچھتا ہے یہ کیا ہے۔ غرض ہر نئی چیز جو اس کے سامنے آتی ہے اس کے متعلق وہ اپنی ماں یا اپنے باپ سے یہ ضرور دریافت کرتا ہے کہ یہ کیا ہے۔ یورپ میں کئی کئی جلدوں میں اس قسم کی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں بچوں کے ان سوالات کے جوابات درج ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب بچہ اس قسم کے سوالات کرتا ہے درحقیقت وہی وقت اس کے دماغی نشو و نما کا ہوتا ہے مگر ماں باپ کو چونکہ خود اُن سوالات کا صحیح جواب معلوم نہیں ہوتا وہ ادھر اُدھر کی باتوں میں اس کے سوال کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جب وہ بجلی کے متعلق پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے تو ہر شخص فوراً جواب نہیں دے سکتا کہ یہ کیا ہے۔ اگر وہ کہے گا کہ بجلی ہے تو بچہ کہے گا بجلی کیا ہوتی ہے؟ اس پر کئی لوگوں کو خاموش ہونا پڑتا ہے اور کئی یہ کہہ کر بچے کو خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تمہیں اس کا پتہ نہیں یہ لیمپ ہے جو جل رہا ہے۔ پس چونکہ اکثر ماں باپ

بچوں کے سوالات کا صحیح جواب

نہیں دے سکتے۔ اس لئے یورپ میں اس قسم کی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں بڑی بڑی علمی باتیں آسان الفاظ میں بیان ہوتی ہیں تاکہ جب بچہ تم سے پوچھے کہ یہ کیا ہے یا وہ کیا ہے تو تم ایسا جواب دے سکو جو صحیح ہو اور جسے بچہ سمجھ سکے۔ پھر بچہ میں ایک یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ جب اس سے کوئی غلط بات کہہ دو تو وہ رونے لگ جاتا ہے اگر روٹی پڑی ہو اور کہہ دو کہ روٹی نہیں ہے تو وہ چیخیں مار کر رونا شروع کر دے گا یا بچہ بیمار ہو اور تم اُسے کہہ دو کہ تم بیمار نہیں ہو تو وہ جھٹ رونا شروع کر دے گا کیونکہ اس میں یہ حس پائی جاتی ہے کہ میرے سامنے سچی بات بیان کی جائے اسی طرح کوئی کھلونا بچے کو دے دو تو تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ اُسے توڑ پھوڑ دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ پہلے وہ اس کی شکل سے اس کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جب شکل سے اُسے کچھ معلوم نہیں ہوتا تو وہ سمجھتا ہے شاید اس کے اندر کوئی حقیقت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ

اس حقیقت کی جستجو میں

اُسے توڑ دیتا ہے اور پھر توڑ کر خود ہی رونے لگ جاتا ہے لوگ حیران ہوتے ہیں کہ خود ہی اس نے کھلونا توڑا ہے اور خود ہی رونے لگ گیا ہے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ بچہ روتا اس لئے ہے کہ میں نے تو کھلونا اس لئے توڑا تھا کہ مجھے پتہ لگے اس کے اندر کیا ہے مگر مجھے پھر بھی کچھ معلوم نہیں ہوا وہ اس لئے نہیں روتا کہ کھلونا کیوں ٹوٹا کیونکہ وہ تو اس نے خود توڑا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ کھلونے کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اُسے توڑتا ہے مگر جب اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی تو رونے لگ جاتا ہے سمجھتا ہے کہ کھلونا بھی گیا اور یہ بھی پتہ نہ لگا کہ اس کی کیا حقیقت تھی۔ پھر جب بڑا ہوتا ہے تو مختلف علوم کا اُسے شغف ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ شغف بھی اپنی اپنی مناسبت کے لحاظ سے ہوتا ہے کبھی بچے باہر جاتے ہیں اور وہ کسی لوہار کو کام کرتا دیکھتے ہیں تو وہیں کھڑے ہو جاتے ہیں کہ یہ کام کس طرح کرتا ہے کبھی کسی نجار کو دیکھتے ہیں تو اس کے کام کو دیکھنے میں محو ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اپنی اپنی مناسبت سے کسی کو لوہار کے کام کا شوق ہو جاتا ہے کسی کو نجاری کا کام پسند آ جاتا ہے کسی کو معماری کا کام پسند آ جاتا ہے۔ ہمارے ہاں ایک ملازمہ کا لڑکا ہے اس کو یہی شوق ہے کہ بڑا ہو کر میں کاتب بنوں گا۔ معلوم ہوتا ہے اس نے کسی کاتب کو نہایت خوشخط حروف لکھتے دیکھا تو اس کو بھی خیال آ گیا کہ میں بھی بڑا ہو کر کاتب بنوں گا اور اسی طرح خوبصورت طریق پر لکھا کروں گا۔

ہمارے ملک کی تباہی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ بچوں کے مذاق اور ان کی

طبیعت کی مناسبت کا خیال نہیں رکھا جاتا

اور بڑے ہو کر اُن کو ایسے کاموں پر لگا دیا جاتا ہے جن کے ساتھ اُن کی طبیعت کو کوئی مناسبت نہیں ہوتی نہ اُن کاموں کی طرف اُن کا کوئی ذاتی میلان ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری عمر کام کرنے کے باوجود وہ ترقی سے محروم رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریق ہونا چاہیئے کہ یا تو بچوں کے مذاق اور اُن کی طبیعت کے مطابق اُن کے لئے کام مہیا کیا جائے اور یا پھر بچپن میں ہی اُن کے اندر وہ رنگ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جو رنگ ماں باپ اُن میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہمارے ملک میں نہ والدین بچہ میں اپنی مرضی کا صحیح مذاق پیدا کرتے ہیں نہ اُس کے مذاق اور طبیعت کی مناسبت کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور اس طرح اُس میں دو غلا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ جب وہ بڑا ہوتا ہے تو چونکہ اس کا طبعی میلان اور ہوتا ہے اور سپرد شدہ کام اور ہوتا ہے اس

ملتے ہوں۔ کے نفس میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کا دماغ بالکل کُند ہو جاتا ہے۔

آئندہ نسلوں کی درستی اور قوموں کی ترقی

کی صرف دو ہی صورتیں ہوتی ہیں یا تو وعظ اور نصیحت سے بچوں کو صحیح مذاق کی طرف لایا جائے اور اُن کے لئے بچپن سے ہی ایسا ماحول پیدا کر دیا جائے کہ وہ وہی کچھ سوچنے لگیں جو ہم چاہتے ہیں اور وہی کچھ دیکھنے لگیں جو ہم چاہتے ہیں۔ اور اگر ہم اُن کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی مرضی کا صحیح مذاق اُن میں پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ بچوں کے مذاق کو ملحوظ رکھا جائے۔ اگر کوئی انجنیئر بننا چاہتا ہے تو اُسے انجنیئر بنا دیا جائے، اگر کوئی ڈاکٹر بننا چاہتا ہے تو اُسے ڈاکٹر بنا دیا جائے۔ اگر کوئی مدرس بننا چاہتا ہے تو اُسے مدرس بنا دیا جائے کیونکہ ہم نے اُس کے اندر اپنا وجود پیدا نہیں کیا۔ اور جب اپنا وجود ہم نے اس کے اندر پیدا نہیں کیا تو اب اُس کے ذاتی مذاق کو بھی ٹھکرا دیں تو بالکل بچوں والی بات ہو جائے گی جو کھلونے کو توڑ دیتے ہیں مگر پھر بھی اُن کو حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ ہم بھی اس ذریعہ سے قوم کے ایک مفید عنصر کو ضائع کرنے والے قرار پائیں گے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں

مختلف علوم میں انسان کا شغف

اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ بعض دفعہ غیب معلوم کرنے کے لئے اپنی عقل سے راستے تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ یورپ کو دیکھ لو وہ علوم میں کس قدر ترقی کر چکا ہے مگر ادھر تو یہ حال ہے کہ یورپ خدا تعالیٰ کا انکار کر رہا ہے۔ مذہب سے بالکل لاپرواہ ہے اور ادھر اُس کی حماقت کا یہ حال ہے کہ ذرا کوئی کہہ دے میں ہتھیلی دیکھ کر آئندہ کے حالات بتا سکتا ہوں تو بڑے بڑے لائق پروفیسر اور وکیل اور ڈاکٹر اور انجنیئر اپنے ہاتھ کھول کر سامنے بیٹھ جائیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں آئندہ کے حالات بتایئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر فطرتی طور پر یہ مادہ ہے کہ وہ حقیقت عالم اور

راز کائنات کو معلوم کرنا چاہتا ہے

انہوں نے اپنے جھوٹے علم پر غور کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کا تو انکار کر دیا مگر فطرت میں جو جستجو تھی کہ اس دنیا کا ایک منبع ہے جس کو دریافت کرنا چاہیئے اس جستجو کو وہ ٹھکرا نہ سکے۔ چنانچہ غیب معلوم کرنے کے لئے ہاتھ دکھلانا صاف بتا رہا ہے کہ انسان کی اس مادی دنیا سے تسلی نہیں ہو سکتی۔ وہ علوم ماوراء الطبیعات کے حصول کے لئے ہر وقت پریشان رہتا ہے اور یہی پیاس ہے جو اُسے کبھی کسی راستہ پر لے جاتی ہے اور کبھی کسی راستہ پر لے جاتی ہے۔ اور کبھی کسی راستہ پر۔ کوئی پامسٹری میں لگا ہوا ہے۔ کوئی تاش کے پتوں سے غیب معلوم کرنا چاہتا ہے کوئی ستاروں کو دیکھ کر اُن سے آئندہ کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی زمین پر لکیریں کھینچ کھینچ کر غیب معلوم کرتا ہے، کوئی تسبیح کے منکے مار مار کر یہ کوشش کرتا ہے کہ اُسے غیب کی کوئی خبر معلوم ہو جائے۔ طاق منکا آ جائے تو کہتے ہیں کامیابی ہوگی اور اگر جفت آ جائیں تو کہتے ہیں ناکامی ہوگی۔ اسی طرح بعض لوگ قرعہ ڈالتے ہیں بعض تیر وغیرہ سے آئندہ کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غرض یہ خواہش کہ راز کائنات دریافت کئے جائیں ہر شخص میں پائی جاتی ہے۔ علیحدہ بات ہے کہ وہ اس کے لئے صحیح طریق اختیار کرتا ہے یا غلط۔ میں ایک دفعہ کراچی گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ منڈی میں کپاس کی قیمت بڑھنے لگی ہے اُس وقت بظاہر آثار ایسے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کپاس کی قیمت گر جائے گی۔ مگر ہوا یہ کہ اس کی قیمت بڑھ گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ بات کیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ

امرتسر میں ایک سادھو آیا ہے

اُس سے تاجروں نے آئندہ کے بعض حالات دریافت کئے۔ تو اُس نے کہا کہ کپاس کی قیمت بڑھ جائے گی۔ یہ سنتے ہی تمام تاجروں نے کپاس خریدنی شروع کر دی اور اس کی قیمت بڑھ گئی۔ مگر چونکہ کوئی حقیقی طاقت ان کے پیچھے نہیں تھی۔ دو چار دن تو قیمت چڑھی مگر پھر کم ہونے لگی اور اس قدر کم ہو گئی کہ کئی تاجروں کے دیوالے نکل گئے۔ طبعی اصول تو یہ ہے کہ جب جنس کم ہو اور کارخانوں کی مانگ زیادہ ہو، اُس وقت قیمت بے شک بڑھتی ہے لیکن اگر جنس کافی ہو اور کبھی عارضی وجہ سے کم آنے لگے ہو تو اس کی قیمت میں عارضی طور پر اضافہ ہو سکتا ہے چنانچہ اس کے بعد کراچی کے کئی تاجروں کے دیوالے نکل گئے۔ کیونکہ بمبئی والوں نے اس قیمت پر روئی خریدنے سے انکار کر دیا۔ نیویارک والوں نے انکار کر دیا۔ لنکا شائر والوں نے انکار کر دیا اور اس طرح ہزاروں دیوالیہ ہو گئے۔ اب یہ ایک حماقت کی بات تھی کہ کسی سادھو سے دریافت کیا جائے کہ آئندہ کے حالات بتاؤ اور پھر جو کچھ وہ الٹا سیدھا بتا دے اُس کے مطابق عمل شروع کر دیا جائے۔ مگر اس حماقت کا ارتکاب اُن سے اس لئے ہوا کہ انسان چاہتا ہے کہ مجھے علم غیب کا کسی طرح پتہ لگ جائے اور اس کے لئے بعض دفعہ ایسے ایسے احمقانہ طریق اختیار کرتا ہے کہ حیرت آتی ہے غرض انسانی فطرت میں راز کائنات معلوم کرنے کی جستجو پائی جاتی ہے اور یہ علوم خواہ کتنے غلط ہوں اس امر پر ایک مکمل شہادت ہیں کہ انسان علوم ماوراء الطبیعات کی پیاس رکھتا ہے۔ اور

اُن کے بغیر چین نہیں آتا

پھر وہ علوم دنیا کی تحقیق میں لگتا ہے کہیں آسمانی نام کی کھال اُدھیڑنے لگتا ہے، [illegible] کو پھاڑتا ہے، ستاروں کی چالیں دیکھ دیکھ کر آئندہ کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے، پھر زمین کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کہیں کانیں دریافت کرتا ہے، کہیں خزانوں کی دریافت کرتا ہے کہیں [illegible] کوئی شخص پیتل کی، کوئی لوہے کی، کوئی سونے کی اور کوئی چاندی کی کانیں دریافت کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے، کوئی جڑی بوٹیوں کے خواص معلوم کرتا اور اُن کی تحقیق پر تحقیق کرتا چلا جاتا ہے۔ کوئی دھاتوں کے کشتے بناتا ہے۔ کوئی ہوا، کوئی پانی، کوئی بجلی، کوئی آگ اور کوئی دھواں کو قابو میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی ذرا ذرا سی بات پر جنات کے خیال میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کسی نے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ میں نے فلاں عمل پڑھا تھا اس کی اس قدر تاثیر ہوئی کہ بس جنات قابو ہوتے ہوتے رہ گئے۔ وہ سنتا ہے تو اس کے سر پر بھی جنون سوار ہو جاتا ہے اور وہ بھی جنات کو قابو میں لانے کے لئے سرگرم عمل ہو جاتا ہے جس طرح کیمیاگر دوسروں کو دھوکا دینے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں نے فلاں نسخہ بنایا اور سونا بنتے بنتے رہ گیا۔ اسی طرح وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں عمل کیا تو جنات قابو ہوتے ہوتے رہ گئے۔ دوسرا شخص سنتا ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ تو نا بودہ کر سکا مگر میں ان کو ضرور قابو کر لوں گا چنانچہ وہ کسی میدان میں اپنے ارد گرد لکیریں کھینچ کر بیٹھ جاتا اور منہ سے بڑبڑانے لگ جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ابھی جنات میرے قابو میں آ جائیں گے۔ اگر مادی تیز آت ہی کافی سمجھے جاتے تو عاقل اور جاہل لوگ اس قسم کی جدوجہد میں کیوں مشغول ہوتے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ یورپ کا عاقل بھی اسی میں مشغول ہے اور ہندوستان کا جاہل بھی اسی میں مشغول ہے اور اس کے صاف معنے یہ ہیں کہ خالص مادی علوم سے انسانی قلب تسلی نہیں پاتا بلکہ وہ ماوراء الطبیعات علوم کی جستجو چاہتا ہے

غرض ہر طرف سے مادی عالم میں سُرنگ لگانے کی یہ جدوجہد بتاتی ہے کہ اس کے اندر

کسی بالائی طاقت کو پانے کی ایک تڑپ

ہے جو کبھی کبھی مادی بوجھوں میں دب کر سب کانشس حالت میں چلی جاتی ہے یعنی یہ حقیقت کہ خدا ہے اور اُس نے دنیا بنائی ہے غائب ہو جاتی ہے مگر اُس کی جدوجہد بتا رہی ہوتی ہے کہ اُس کے پیچھے پانے کا وہی جذبہ کار فرما ہے۔ بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جاگتے ہوئے انسان اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر جب وہ سو جاتا ہے تو اُس کے قلب کے اندرونی خیالات بعض دفعہ اُس کی حرکات سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی کی کوئی چیز چُرا لیتے ہیں۔ دن بھر تو وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی کو اُن کی چوری کا علم نہ ہو مگر چونکہ سارا دن اُن کے دماغ پر یہی خیال مسلط رہتا ہے اس لئے جب وہ سوتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ہی بڑبڑانے لگتے ہیں اور اُن کی چوری کا لوگوں کو علم ہو جاتا ہے۔ بہت سے چور ایسے ہوتے ہیں جن کا لوگوں کو پتہ نہیں لگتا مگر چونکہ ہر وقت انہیں یہی خیال رہتا ہے کہ کہیں لوگوں کو ہماری چوری کا علم نہ ہو جائے اس لئے جب وہ سوتے ہیں تو خواب کی حالت میں بڑبڑانے لگتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں دیکھنا دیکھنا فلاں کو نہ بتا دینا وہاں میرا مال پڑا ہے۔ دیکھنا پولیس کو خبر نہ دے دینا۔ کبھی بڑبڑاتے ہوئے کہتے ہیں میں نے فلاں کو خوب لوٹا ہے۔ لوگ ان باتوں کو سنتے ہیں تو انہیں فوراً پتہ لگ جاتا ہے کہ یہی چور ہے۔ چنانچہ تحقیق پر تمام حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض قاتل ایسے ہوتے ہیں جو جاگتے ہوئے تو اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جب سو جاتے ہیں تو بڑبڑانے لگتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں ارے فلاں شخص کی روح آ گئی ہے۔ ارے مجھے کیوں مارتے ہو؟ مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ ہمسایہ ان آوازوں کو سنتا ہے تو اُسے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہی شخص قاتل ہے۔ یہی انسان کے سب کانشس مائنڈ (غیر شعوری دماغ) میں بہت سے حقائق پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جب اُس کا کانشس مائنڈ (شعوری دماغ) [illegible] ہوتا ہے تو

سب کانشس مائنڈ

اُن خیالات کو ظاہر کر دیتا ہے جیسے سوتے ہوئے یا ہذیان یا مسمریزم کے ماتحت مریض کی زبان سے کئی باتیں نکل آتی ہیں۔ اسی طرح دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں مگر اُن کی زندگی کے حالات اُن کے سب کانشس مائنڈ کی کیفیات کو ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی اور ہستی کی تلاش کی خواہش مٹانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

مگر اُن کے حالات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس خواہش کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ وہ صرف اُن خیالات کو تکلف کر کے عارضی طور پر پیچھے ہٹانے میں کامیاب ہوتے ہیں مستقل طور پر نہیں۔ اور چونکہ یہ تڑپ اکثر کشمکش کی حالت میں رہتی ہے انسان اس کا اقرار نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی تو کہہ دیتا ہے کہ جس طرح بچہ جب کھلونے کی ساخت کو سمجھ نہیں سکتا تو اُسے ہتھوڑوں سے توڑنے لگتا ہے یہ بھی چڑ کر کبھی

پیدا کرنے والے کا انکار

کر دیتا ہے اور آپ ہی آپ بنے ہوئے عالم کا وجود تسلیم کرنے لگتا ہے۔ بچوں میں اکثر یہ نظارہ نظر آتا ہے کہ جب بچہ کسی کھلونے کو توڑ پھوڑ دیتا ہے تو بعض دفعہ کھسیانا ہو کر کہہ دیتا ہے کہ مجھے کھلونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ درحقیقت ان الفاظ کے ذریعہ وہ اس بات کا شکوہ کرتا ہے کہ میں نے کھلونا بھی توڑا اور مجھے اس کی حقیقت کا بھی علم نہ ہوا۔ دہریہ بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار کرتے ہیں ورنہ اُن کے سب کانشس مائینڈ میں خدا تعالیٰ کی ہستی کی شہادت موجود ہوتی ہے اور وہ ادھر اُدھر اس کی تلاش بھی کرتے ہیں مگر وہ ہستی اُن کو ملتی نہیں تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور جس طرح بچہ کہتا ہے مجھے کھلونے کی ضرورت نہیں وہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کسی خدا کی ضرورت نہیں۔ بعض دفعہ ماں اپنے بچہ سے دل لگی کے طور پر کہہ دیتی ہے کہ میں نے فلاں چیز تجھے نہیں دینی۔ بچہ سنتا ہے تو منہ بسورتے ہوئے کہہ دیتا ہے کہ میں نے یہ چیز لینی ہی نہیں مگر پھر للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا ہے کہ کسی طرح یہ چیز مجھے مل جائے۔ اسی طرح انسان بعض دفعہ

کھسیانہ ہو کر کہہ دیتا ہے

کہ مجھے خدا کی ضرورت نہیں مگر اس سے بھی اس کی پیاس نہیں بجھتی کیونکہ خود اس کی کوشش بتا رہی ہوتی ہے کہ اس کا یہ نتیجہ غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی چیز کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آپ ہی آپ ہے اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ ہم اس چیز کی انتہاء تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر کسی دریا کے کنارے صرف دو میل تک چل کر کوئی شخص کہہ دے کہ اس دریا کا کوئی منبع نہیں تو یہ اس کی حماقت ہوگی۔ اگر وہ چلتا چلا جاتا تو اسے ضرور اس کا منبع مل جاتا۔ اسی طرح جب تک دنیا کے انتہائی سبب کو معلوم نہ کیا جائے یہ کہنا کہ دنیا کا کوئی خالق نہیں احمقانہ بات ہے۔ یہ نتیجہ تو انتہائے اسباب پر پہنچ کر

نکالا جا سکتا ہے اس سے پہلے نہیں۔ اور اگر اس کا یہ نتیجہ درست ہے تو اسے مزید تجسس اور تحقیق بند کر دینی چاہیئے مگر یہ پھر بھی مزید تجسس اور جستجو میں لگا رہتا ہے بلکہ اب بھی نئی سے نئی باتیں نکل رہی ہیں۔ اور

جستجو اور تلاش کا ایک دریا

ہے جو دنیا میں جاری ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ لوگ ابھی منبع تک نہیں پہنچے اور جب منبع تک پہنچے ہی نہیں تو منبع کی تعیین کرنے کا انہیں کیا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا۔ ہم نے تمہارے قویٰ میں اعلیٰ درجہ کی طاقت پیدا کی ہے۔ اور ایسا مادہ ہم نے تمہارے اندر ودیعت کیا ہے کہ تم پل صراط پر چلنے کی قابلیت رکھتے ہو۔ پل صراط پر وہی شخص چل سکتا ہے جو دائیں طرف گرنے سے بھی بچتا ہے اور بائیں طرف گرنے سے بھی بچتا ہے اور پھر اپنے اندر یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ آگے کی طرف بڑھتا چلا جائے گویا انسان میں اللہ تعالیٰ نے ادھر ترقی کا مادہ پیدا کیا ہے اُدھر اُسے اپنا دایاں اور اپنا بایاں پہلو مضبوط بنانے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ جب اُس نے انسان کو اس طرح معتدل القویٰ بنایا ہے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ اُس کے لئے راستہ نہ بناتا اور منزلِ مقصود پر اُسے نہ پہنچاتا

انسان کی منزلِ مقصود خدا تعالیٰ ہے

اور وہ اُس منزلِ مقصود پر اُسی طریق پہنچ سکتا ہے جب وہ دائیں طرف کا بھی خیال رکھے اور بائیں طرف کا بھی خیال رکھے۔ معتدل القویٰ وہی شخص ہوتا ہے جو کسی ایک طرف کو جھکا ہوا نہ ہو۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ نے انسان کو معتدل القویٰ بنایا۔ تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ اپنے اندر ایسی قابلیت رکھتا ہے کہ دائیں طرف گرنے سے بھی محفوظ رہ سکتا ہے اور بائیں طرف گرنے سے بھی محفوظ رہ سکتا ہے۔ انسان کی تمام تر کامیابی اسی میں ہوتی ہے کہ وہ دائیں بائیں گڑھوں سے بچ کر سیدھا چلے اور منزلِ مقصود سے ورے نہ ٹھہرے۔ یہی وہ چیز ہے جو مذہب کی جان ہے اور یہی وہ حقیقت ہے کہ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

مذہب کی بڑی غرض

یہ ہوتی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے بھی اعلیٰ درجہ کا تعلق رکھے۔ اور بنی نوع انسان سے بھی اعلیٰ درجہ کا تعلق رکھے۔ نہ حقوق اللہ کے بجا لانے میں کوئی کوتاہی کرے۔ نہ حقوق العباد کی بجا آوری میں کوئی

کوتاہی کرے۔ غرض انسان کو ایک معتدل القویٰ نفس عطا کیا گیا ہے اس میں ترقی کا مادہ ہے جو اعلیٰ درجہ کے مقصود تک پہنچنے کے لئے ہے۔ پھر اُس میں اپنے دائیں اور بائیں کو محفوظ رکھنے کا مادہ ہے جس سے اخلاق کی تکمیل ہوتی ہے وہ جانتا ہے کہ فلاں کام مجھے کرنا چاہیئے اور فلاں نہیں۔ فلاں کام میرے لئے مفید ہے اور فلاں مضر۔ جب انسان کے اندر یہ تمام قابلیتیں پائی جاتی ہیں تو تم کسی راہنما اور معلم کا کیونکر انکار کر سکتے ہو؟

ایک اور معنے

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا کے یہ ہیں کہ ہم اس نفس کو شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جو عظیم الشان ہے اور جس کی طرف آپ ہی آپ انگلیاں اُٹھتی ہیں۔ یعنی ہر زمانہ کے نفسِ کامل اور اس خدا کو پیش کرتے ہیں جس نے ایسے کامل وجود کو بنایا۔ یہاں نفس کو نکرہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ مگر حقیقتاً اس کی تنوین تفخیم اور تعظیم کے لئے ہے اور نفس سے مراد ہر نفس نہیں بلکہ عظیم الشان نفس ہے (تنوین کا تفخیم اور تعظیم کے لئے آنا عربی زبان کا ایک مروج قاعدہ ہے) اور مراد یہ ہے کہ ہم اس شخص کی طرف تم کو توجہ دلاتے ہیں جو اپنی عظمتِ شان کی وجہ سے اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ گو اس کا نام نہ لو مگر ہر انگلی اُس کی طرف خود بخود اُٹھنے لگتی ہے۔ اس امر کا قرآن کریم کے بعض اور مقامات سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نبی آتا ہے اُس کے دعوے سے پہلے ہی لوگوں کی

اُس کی طرف انگلیاں اُٹھنی شروع ہو جاتی ہیں

اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہی وہ شخص ہے جو ہماری قوم کو کامیاب کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ذکر فرماتا ہے کہ ان کی قوم کے افراد نے اُن سے کہا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ (ہود ع ۶) یعنی اے صالح ہمیں تو تم پر بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ اور ہم سمجھتے تھے تو بڑے اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے۔ تیرے اندر قوتِ غلبہ پائی جاتی ہے اور تُو قوم کی ترقی کا بڑا فکر رکھتا ہے ہمیں تو اُمید تھی کہ تو قوم کو اُٹھا کر کہیں کا کہیں لے جائے گا مگر تو تو بڑا خراب نکلا اور تُو نے ہماری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تو بھی یہ کہنے لگ گیا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقِ عمل کو چھوڑ دیں۔ اور تیری بات کو مان کر بتوں کی پرستش نہ کریں۔ اب یہ امر ظاہر ہے کہ جن باتوں میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اپنی ترقی سمجھتی تھی اُن باتوں میں

حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کی ترقی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ جھوٹ اور فریب اور خدا تعالیٰ سے بُعد میں اپنی ترقی سمجھتے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام صداقت اور ہدایت اور خدا تعالیٰ سے تعلق میں اپنی قوم کی ترقی سمجھتے تھے۔ بہرحال انہیں یہ امید ضرور تھی کہ ہماری ترقی صالح کے ساتھ وابستہ ہے اور اُن کی یہ رائے بالکل درست تھی گو اپنے تنزل کا علاج وہ جن باتوں کو قرار دیتے تھے وہ درست نہیں تھا

یہی رنگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نظر آتا ہے

اور یہی رنگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پایا جاتا تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے خسر صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی نے دعویٰ سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھ دیا تھا کہ

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

گویا دنیا کی نگاہیں اسی وقت سے آپ پر بلند ہو رہی تھیں اور جو انگلی بھی اُٹھتی وہ آپ کی طرف اشارہ کرتی۔ مولوی برہان الدین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت مخلص صحابی تھے۔ انہوں نے سنایا کہ جب ابتداء میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سُنا اور مجھے معلوم ہوا کہ پنجاب کے ایک گاؤں میں ایسا شخص ظاہر ہوا ہے جس سے اسلام کی آئندہ ترقی وابستہ معلوم ہوتی ہے اور وہی عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے اعتراضات کا جواب دیتا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو دیکھنا چاہیئے چنانچہ میں قادیان آیا مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے گئے ہیں۔ میں گورداسپور پہنچا۔ اور آپ کے جائے قیام کو دریافت کرتا ہوا ڈاک بنگلہ میں گیا۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن دنوں تشریف رکھتے تھے۔ باہر حافظ حامد علی صاحب بیٹھے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ میں حضرت مرزا صاحب کی زیارت کرنے کے لئے آیا ہوں کسی طرح مجھے آپ کی زیارت کرا دیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ایک ضروری اشتہار

لکھ رہے ہیں۔ میں نے اُن کی منت سماجت بھی کی مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ آخر میں ایک طرف مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ اور میں نے

ارادہ کر لیا کہ حافظ حامد علی صاحب ذرا اِدھر اُدھر ہوں تو میں بغیر پوچھے ہی کمرہ کا چک اُٹھا کر آپ کی زیارت کر لوں گا چنانچہ وہ کہتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ہی حافظ صاحب جو کسی کام کے لئے اُٹھے تو میں پیچھے سے دروازے کی طرف بڑھا اور چک اُٹھا کر اندر کی طرف جھانکا اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کمرہ میں جلدی جلدی ٹہل رہے تھے اور آپ کی پیٹھ دروازے کی طرف تھی۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ ابھی آپ کو واپس آنے میں کچھ دیر لگے گی اور میں اطمینان سے آپ کی زیارت کر سکوں گا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلدی واپس لوٹ آتے۔ اس وقت مجھ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ میں ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ اُٹھا اور میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ آپ ضرور سچے ہیں۔ جو شخص اتنا تیز تیز چلتا ہے اس نے ضرور اپنی منزل تک جانا ہے۔

غرض الٰہی منشاء یہ ہے کہ ہر زمانہ کا جو نفس کامل ہو اُس کی طرف خود بخود لوگوں کی انگلیاں اُٹھنی شروع ہو جاتی تھیں۔ اور وہ اسے دیکھ کر اس حقیقت کا برملا اظہار شروع کر دیتے تھے کہ یہ شخص دنیا میں ضرور کوئی اہم تغیر پیدا کر کے رہے گا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم ہر زمانہ کے نفس کامل اس خدا کو پیش کرتے ہیں جو ایسے کامل وجود پیدا کیا کرتا ہے۔

اس زمانہ کا نفس کامل

(جس سے مراد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں) اور جس نے اُسے بنایا ہے اس کو اور اسی طرح اس نفس کامل کے دلائل کو تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو تو آپ زندگی کے ہر شعبہ میں کامل وجود ثابت ہوئے ہیں۔ آپ اگر فوج کے ساتھ گئے تو بہترین جرنیل ثابت ہوئے۔ قضاء کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تو بہترین قاضی ثابت ہوئے۔ افتاء کا وقت آیا تو بہترین مفتی ثابت ہوئے تبلیغ کا وقت آیا تو بہترین مبلغ ثابت ہوئے بیویوں سے گئے تو بہترین خاوند ثابت ہوئے۔ بچوں سے تعلق رکھا تو بہترین باپ ثابت ہوئے۔ دوستوں سے ملے تو بہترین دوست ثابت ہوئے۔ غرض کوئی ایک بات بھی نہیں جس میں آپ دوسروں سے دوسرے درجہ پر رہے ہوں بلکہ ہر خوبی میں آپ نے چوٹی کا مقام حاصل کیا۔ اور اس طرح اپنے نفس کے کامل ہونے کا دنیا کے سامنے ایسا زبردست ثبوت مہیا کر دیا۔

خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا راستہ صرف اسلام ہی ہے

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

جب دیگر مذاہب کے پیروؤں کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے کہ اب خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ صرف اسلام ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں تو وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ شہر کو کئی راستے جاتے ہیں نہ کہ صرف ایک ہی راستہ۔ انسان جس راستے سے چاہے چل کر خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے ضروری نہیں کہ کسی خاص راستہ ہی کو اختیار کیا جائے۔ مگر ان کا ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کوئی شہر نہیں۔ بلکہ وہ بادشاہ ہے اور حکومت و سلطنت کا مالک ہے اس کی حکومت کا ایک ہی قانون اور دستور ہے جیسے ہر حکومت کا ایک قانون اور دستور العمل ہوتا ہے اسی طرح اس کی طرف سے انسانوں کی راہنمائی کے لئے بھی ایک ہی قانون و دستور العمل ہے نہ کہ ایک سے زیادہ۔ دنیا میں کوئی بھی حکومت ایسی نہیں جس کا دستور العمل ایک نہ ہو بلکہ ایک سے زیادہ ہوں انگریزی حکومت کا ایک ہی قانون ہے بھارت کا ایک ہی قانون ہے۔ امریکہ کا ایک ہی قانون ہے۔ روس کا ایک ہی قانون ہے۔ غرضیکہ ہر حکومت صرف ایک ایک قانون رکھتی ہے جسے وہ جاری رکھتی ہے۔ اگر کسی وقت اس دستور العمل میں رد و بدل کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو حکومت اس میں رد و بدل کر کے حسب ضرورت اسے جاری کر دیتی ہے۔ ہر ملک کی حکومت وہی نیا قانون چلاتی اور لاگو رکھتی ہے۔ جو آخری ہوتا ہے۔ پچھلے تمام دستور العمل منسوخ کر دیئے جاتے ہیں۔ حکومت میں ان کا کوئی دخل نہیں رہتا۔

البتہ ضرورت کے وقت تصدیق کے لئے ان کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر آخری لاگو اور جاری دستور العمل ایک سے زیادہ نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف ایک ہی کام دیتا ہے۔ باقی ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کبھی ان میں سے کوئی قابل عمل ہو اور کبھی کوئی یا ایک ہی وقت میں وہ سب لاگو ہوں۔ اگر ایسا ہو تو حکومت اور ملک کے لئے سخت دقت اور پریشانی پیدا ہو جائے اور ملک ابتری کا شکار ہو کر رہ جائے۔ اور حکومت بیکار ہو جائے۔ اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ صرف آخری دستور العمل کو ہی قائم رکھا جائے اور باقیوں کے متعلق یہ کہہ دیا جائے کہ اب ان کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ یہی حال خدا تعالیٰ کے دستور العمل و شریعت کا بھی ہے مذہب نام ہے اس راستہ کا جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ سکے اور یہ راستہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کی طرف سے مقرر کیا جائے اور اسے لاگو اور جاری قرار دیا جائے پس جس طرح حکومتیں اپنے اپنے قانون مقرر کرتی اور ان کو جاری کرتی ہیں اور ان کے سوا باقی سب قوانین کو منسوخ و ختم کر دیتی ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی مختلف زمانوں میں قانون مقرر ہوتا چلا آیا ہے اس نے حسب حالات قانون مقرر و لاگو کیا پھر حالات کے بدلنے پر اس میں رد و بدل کر کے اسے نئے سرے جاری کر دیتا رہا۔ یہ قانون مختلف زمانوں اور ملکوں و قوموں میں بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ زمانہ آ گیا جبکہ تمام اقوام عالم کے لئے ایک ہی قانون کی ضرورت محسوس کی گئی جس پر اسلام کا قانون آ گیا۔ اور باقی سب قوانین ختم و منسوخ کر دیئے گئے۔ اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہ آخری قانون ہے۔ اس میں کسی رد و بدل کی ضرورت نہ پڑے گی۔ اس میں پیش آنے والی سب ضروریات کا سامان رکھ دیا گیا ہے۔ اور اس میں کہیں تحریف نہ ہو سکے گی یہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے اور محفوظ رہے گا۔ اسلام آخری لاگو قانون ہے اس نے تمام سابقہ شرائع و دستور العمل ختم کر دیئے ہیں۔ اور اپنی ہمہ گیری و عالمگیری کا اعلان کر دیا ہے۔ پس اس کے بعد کسی دیگر دستور العمل کی ضرورت ہی نہیں رہی اور نہ ہی وہ کارآمد رہے۔ پس لاگو و جاری قانون جو قابل استعمال ہے صرف ایک ہی ہے ہاں بوقت ضرورت اس کی تصدیق کے لئے دیگر قوانین کو بطور حوالہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر وہ لاگو نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی وہ اپنی اصل غرض کو پورا کر سکتے ہیں جس کی وجوہ یہ ہیں۔

(۱) وہ صرف ایک قوم کے لئے تھے وہ عالمگیر نہ تھے۔

(۲) ان کے ماننے والوں نے خود ہی ان میں اپنی طرف سے رد و بدل کر کے ان کو انکی اصل حالت پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور ایک دوسرے کے مخالف بنا دیا۔ اور اس طرح خود ہی اپنی طرف سے آخری دستور العمل کے لئے ضرورت پیدا کر دی۔ اور اس کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ اس طرح ان کا زمانہ ختم ہو گیا ہے ورنہ ان میں رد و بدل نہ کیا جاتا ہے جس طرح ان میں رد و بدل ہو جانا ان کی عدم ضرورت کی دلیل ہے اسی طرح وہ اسبات کی بھی دلیل ہے کہ اب وہ اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتے۔

(۳) وہ عارضی و وقتی ہونے کی وجہ سے کامل اور جامع نہ تھے۔ اس وقت انسانی دماغ اپنے انتہائی نقطہ عروج و کمال تک نہ پہنچا تھا۔ مگر اب ضرورت تھی کہ اس عروج کے وقت کامل و جامع و عالمگیر تعلیم آئے سو جب وہ وقت آ گیا تو کامل جامع تعلیم بھی آ گئی۔ اور سابقہ تعلیمات کی الگ طور پر ضرورت باقی نہ رہی۔

(۴) ان کی منسوخی کی یہ بھی وجہ تھی کہ ان پر چل کر کوئی خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور نہ پہنچ رہا تھا۔ اور نہ ہی کسی طرف سے ایسا دعویٰ پیش کیا جاتا اور اس کا ثبوت دیا جاتا تھا۔ بلکہ اس کمزوری پہ پردہ ڈالنے کے لئے یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ ایسا دعوے کرنا انسان کے لئے روا نہیں بلکہ ایک طرح کی ریاکاری ہے۔ حالانکہ سابقہ ہادی اور پیشوا دنیا میں آ کر ایسے دعوے کرتے رہے تھے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر وہ خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق اور اس کی طرف سے کھڑے ہونے کا اعلان نہ کریں تو دنیا کی اصلاح کا کام کر ہی نہیں سکتے۔ نہ اُن کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دے سکتے ہیں۔ اور

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

سورۂ فاتحہ میں صفات باری تعالیٰ کے ساتھ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری

از مکرم ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب اختر اورینوی ایم۔اے ڈی لٹ

سورۂ فاتحہ کو قرآن کریم کا خلاصہ کہا گیا ہے۔ یہ اس کتاب مقدس کا ایک کامل مقدمہ بھی ہے۔ اسے ام الکتاب بھی کہتے ہیں یعنی یہ قرآن مجید کے معانی اور نکات کی ماں ہے۔ اس سورہ کے اندر اجمالاً ایسے نکتے الہامی طور پر نازل کئے گئے ہیں جو اور نئے معانی اور مطالب کا منبع اور مصدر ہیں۔ اس سورۂ شریف پر غور کرنے سے نئے معارف کھلتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ کا تعلق خاص طور پر دور محمدی کے آغاز سے تھا۔ اور اس بابرکت وجود کے دور ثانی سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو سورۂ فاتحہ کے نہ ختم ہونے والے خزانے کی کنجی عطا فرمائی تھی۔ اور میرا یہ یقین ہے کہ جو احمدی مسلمان اس لطیف اور بلیغ حسین اور پرتاثیر سورہ پر دعا کے ساتھ غور و فکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے معانی و مطالب کے نئے چشمے جاری کر دے گا۔

ایک شب مجھے پٹنہ کی ایک نو آبادی پاٹلی پترا کولونی میں سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر کرنی تھی میں نے اس سے پہلے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ اور میں فکرمند تھا کیونکہ وہ خلاف تعلیم یافتہ مسلمانوں اور ہندؤں کا علاقہ ہے ایسے عالم و فکر میں اچانک میرے ذہن میں سورۂ فاتحہ ابھری اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک نکتہ سکھایا۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سورہ میں صفات باری تعالیٰ کے بالکل ساتھ سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع جلوہ گری ہوئی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی نکات اور مطالب کی زنجیر مربوط اور ہم آہنگی طور پر بنتی چلی گئی۔

حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول کریم کی سیرت بیان فرمائیں۔ تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ رسول کریم کے اخلاق فاضلہ اخلاق قرآنی کی تصویر تھے۔ یہ کہنا صحیح ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کی لفظی اور عملی تبلیغ تشریح اور تفسیر کے لئے خود رسول کریم کو مبعوث فرمایا۔ رسول کریم کو ہم انسانی پیکر میں قرآن حکیم بھی کہہ سکتے ہیں۔

قرآن مجید کے مطابق انسانی اخلاق اور حمد و حسن کے لئے ایک معیار کا ہونا ضروری ہے دنیاوی نظام ہائے فلسفہ بھی اقدار حسن و صداقت کی تلاش میں رہے ہیں۔ بغیر تعین قدر کے اور بغیر معیار اقدار کے ہم انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ترقی پذیر اور باعث فلاح کسی سمت اور رخ پر نہیں کر سکتے اور بغیر معیار قدر کے انسانی معاشرہ اور انسانی روح کامیابی اور ترقی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتی۔ معیار قدر کے نہ ہونے سے نیراج اور ابتری پیدا ہوتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ مختلف مذاہب اور مختلف فلسفے الگ الگ معیار قدر پیش کرتے ہیں۔

قرآن حکیم نے ایک اعلیٰ ترین معیار قدر پیش کیا ہے اور پھر اس کی رفعت اور فائدہ رسانی کے جانچنے کا قاعدہ بھی بتا دیا ہے گویا قرآن نے اخلاق فاضلہ صفات عالیہ اور حسن و صداقت کا ایک اعلیٰ ترین معیار پیش کرتے ہوئے یہ دلیل بھی دے دی ہے کہ وہ کیوں اعلیٰ ترین ہیں۔ اور یہ دلیل اتنی صاف اور روشن ہے اتنی کھلی اور افادی ہے اتنی منطقی اور حقیقی ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں ضد اور ہٹ دھرمی کی اور بات ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نزول سے جتایا کہ اصل ہدایت تو الہام ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ بغیر اللہ تعالیٰ کے نام لئے ہوئے کائنات اور حیات اور رشد و ہدایات کی ابتداء ناممکن ہے۔ نہ انجام بخیر ہی ممکن ہے۔ پھر فرمایا کہ اقدار و معیار اور اعمال صحیحہ کے نمونے کیلئے ایک نصب العین کی ضرورت ہے اور یہ آدرش خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے فرمایا ساری خوبیاں سارا حسن ساری صداقت اور سارے محامد اللہ تعالیٰ کی ذات میں مرکوز ہیں۔ اور انسانی اخلاق کو جانچنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ ہم حسن و صداقت کو اسی کی کسوٹی پر جانچیں جو اخلاق اور اعمال خدا کی صفات کے مطابق اور اس کے خاطر ہوں وہ اچھے ہیں اور جو اس سے الگ ہوں وہ برے ہیں۔ یہی اسلامی معیار قدر ہیں اس کی تشریح الحمد میں یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے عالموں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ وہی نظام اخلاق معیاری ہوگا جو سارے عالموں کی ترقی اور فلاح چاہے گا اور اس کی تفصیلات پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ صاحب حسن و حمد اس لئے ہے کہ وہ رب العٰلمین ہے۔ گویا یہ دلیل دی گئی ہے کہ اعلیٰ ترین معیار قدر آفاقی عالمگیرانہ اور ابدی ہی ہو سکتا ہے

"رب" کے معنی ہیں پیدا کرنے والا پرورش کرنے والا اور ترقی کی انتہائی منزلوں پر پہنچانے والا جب تک کوئی نظام اخلاق نظام معاشرہ نظام سیاست اور اقتصاد تمام عالم کی پرورش ترقی اور فلاح کا سامان نہ کرے وہ معیاری نہیں بن سکتا۔ اور یہ مقام اس نظام کو حاصل ہو سکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق الہامی طور پر کامل شریعت کے رنگ میں پیش کیا گیا ہو۔ اور اس نظام کی تشریح قرآن کریم میں ہے سورۂ بقرہ کی ابتداء میں یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ یہی وہ کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں یہی وہ کتاب ہے جس میں معیاری رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے کیونکہ اس کا مرکزی نکتہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل ہے۔

پھر فرمایا کہ عالموں کا رب رحمٰن بھی ہے یعنی وہ بغیر کچھ کئے بھی ہم پر رحم و فضل فرماتا رہتا ہے۔ ہماری پیدائش سے پہلے سے ہی وہ ہمارے لئے نعمتیں پیدا کر چکا ہوتا ہے۔ جیسے ماں، باپ کی محبت ایک اچھا معاشرہ فطرت کی مہربانیاں ہوا، پانی، چاند، سورج زمین و آسمان وغیرہ۔ یہ نعمتیں ہمارے کئے ہوئے کا پھل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا اظہار ہیں۔ خدا رحیم بھی ہے۔ یعنی وہ اعمال کا اچھے سے اچھا پھل رحم اور بدلہ دیتا ہے اور ایک اچھائی کا سینکڑوں گنا بدلہ عطا فرماتا ہے۔ معیار قدر کے اندر بھی یہ باتیں ہونی چاہئیں۔

وہ اخلاق اچھے ہیں جن میں رحمانیت اور رحیمیت کی جلوہ گری ہو۔ وہ نظام اچھا ہے جس میں رحمانیت اور رحیمیت کا جلوہ ہو۔ کیونکہ اسی طریقہ سے حسن و حمد پیدا ہوتا ہے یعنی حسن، صداقت اور تعریف کی روشنیاں چمکتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ حمد کے اظہار کی چوتھی منزل مالک یوم الدین کی منزل ہے یعنی خدا تعالیٰ اعمال کے نتائج بھی پیدا کرتا ہے اس کو غلبہ اور قدرت بھی حاصل ہے وہ مالکانہ رنگ میں فیصلہ بھی فرماتا ہے وہ جزا اور سزا بھی دیتا ہے۔ وہ تدبیر اور تقدیر کا مالک ہے۔ وہ انسانیت کو صحیح نظام اور اعلیٰ اقدار عطا کرنے والا ہے۔ وہ مذاہب الہامیہ نازل کرنے والا اور انہیں زندگی بھی اسی کی عطا کردہ ہے۔ یہ سارے مطالب لفظ دین کے مختلف معانی سے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر مالک کا یہ مطلب ہے کہ وہ مادہ اور روح پر اس کی ملکیت مسلم ہے کائنات اور حیات پر بھی اسی کی ملکیت ہے۔ اور مالک کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ جسے چاہے عطا اور بخشش کرے۔ اس کی نوازش کو کوئی روک ٹوک نہیں۔ اس کے غضب کو بھی کوئی رد کرنے والا نہیں۔ لیکن چونکہ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اور یوم میزان مقرر کرنے والا ہے۔ اس لئے وہ تول تول کر سزا دیتا ہے۔ زیادہ سزا نہیں دیتا۔ اور چونکہ وہ مالک ہے اس لئے معاف بھی کر سکتا ہے۔ اور چونکہ وہ رب ہے اس لئے سزا کے ذریعہ بھی اصلاح اور ترقی کا سامان فرماتا ہے۔ اس کی عطا اور بخشش بھی موزوں اور متناسب رنگ میں رنگین ہوتی ہے۔

اس سورہ میں معیار اقدار کی اتنی خوبصورت پیش کش کی گئی ہے کہ اس کے بہتر کا تصور ناممکن ہے حمد کامل اس دنیا میں اس طرح پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم حمد کامل والے کی پیروی کریں اس کے کامل بندے بن جائیں۔ اسی لئے سورہ کے دوسرے حصے میں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ "اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اے اللہ ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر سیدھے راستے پر چلا تا کہ ہم اعلیٰ ترین معیار اقدار کو سمجھیں اور ان کو عملی رنگ میں اپنائیں تا کہ ترقی اور فلاح حاصل کر سکیں۔

اب اس دعا سے یہ ثابت ہے کہ ہر مسلمان کو عبد اللہ بننے کی ضرورت ہے۔ عبد کے معنی بھی یہی ہے کہ ہم مالک کا نقش پوری طرح قبول کریں یعنی ہم رب بن جائیں رحمٰن بن جائیں۔ رحیم بن جائیں۔ مالک یوم الدین بن جائیں۔ ہاں ان صفات کی انسانوں میں تجلیاں ظلی رنگ ہی میں ہو سکتی ہیں۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے رنگ میں اپنے کو رنگین بنا لو۔ اور قرآن حکیم میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا رنگ سب سے بہتر رنگ ہے۔

سورۂ فاتحہ کی دعا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رنگ میں کی ہوگی وہ ساری کائنات میں آپ اپنی مثال ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ رسول کریم نے قرآن مجید کو مکمل رنگ میں اپنے کردار میں جذب کر لیا تھا۔ لہٰذا ظلی طور پر حضور اکرم بھی سورہ فاتحہ کی ابتدائی آیات کی آئینہ سامانی فرماتے ہیں۔

اب مختصراً ایک ایک صفت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور کی زندگی سے مشابہت پیدا کروں گا۔ حضور کا نام محمد ہے۔ اس کے معنی بھی یہ ہیں کہ جس کی تعریف کی گئی یعنی حضور بھی صاحب حمد اور حسن ہیں۔ گویا حضور کا نام اور حضور کی صفتیں الحمد للہ کا آئینہ جمال ہیں۔ حضور کی زندگی دعویٰ نبوت سے پہلے بھی بے داغ گزری ہے اور آپ کو سارا مکہ امین، صادق اور صاحب صفات حسنہ قرار دیتا تھا۔ نبوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مثالی زندگی گزارنے کی توفیق دی۔ آپ کو ساری بشری خوبیوں کے اظہار کا موقع ملا۔ آپ زندگی کے مختلف مرحلوں سے گزرے اور آپ نے ہر مقام پر اعلیٰ ترین اخلاق کا ثبوت دیا۔ آپ دکھ اور مصیبت میں ثابت قدم رہے۔ اور سکھ چین میں منکسر المزاج اور حق شناس رہے۔ آپ اچھے بیٹے اچھے

بھتیجے۔ اچھے شوہر، اچھے باپ، اچھے
دوست، اچھے تاجر، اعلیٰ ترین سپاہی،
بہترین جرنیل، بے مثال قائد، مثالی فاتح،
اور معیاری بادشاہ ثابت ہوئے۔ آپ مکی
زندگی میں بھی بہترین شہری ثابت ہوئے۔ اور
مدنی زندگی میں بھی۔ آپ نے انسانوں کے
بھی حقوق ادا کئے اور خدا کے بھی۔ آپ
نے دُنیا کو بھی بہترین رنگ میں برت کر دکھایا
اور دین کے لئے بھی اعلیٰ ترین سرمایہ جمع
کیا۔ آپ نے اخلاق اور روحانیت میں بھی
بے مثال ترقیاں کیں۔ آپ نے پیغمبری
بھی ایسی کی جیسی کسی نے بھی نہیں کی۔ اس
جلیل عہدے کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے
روحانی ترقی کی معراج حاصل کی۔ اور مسیح موعود
بھی خدا نما بن گئے۔ ویسے تو لوگ خدا تعالیٰ
پر اعتراض کرتے ہیں اسی طرح حضرت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کے تیر چلائے
جاتے ہیں۔ لیکن تمام مذاہب کے ذی فہم اور
غیر متعصب لوگ حضور کی تعریف و توصیف
کرتے رہتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ایک
مصنف نے حضور کی بے شمار صفات مادی
اور روحانی کو اختصار کے ساتھ یوں پیش
کیا ہے:۔

"He was pop and Caesar in one, but pop without the pertention of hope and Caeser without the Legendery of Caeser"

یعنی حضرت محمدؐ میں پاپائے اعظم کا تقدس
بھی تھا۔ اور قیصر کی طاقت و حکومت بھی۔
لیکن آپ میں پاپائے مقدس کا تصنع نہیں
تھا۔ اور نہ قیصروں کی نمود و نمائش تھی۔
الغرض حضور میں ساری خوبیاں جلوہ گر تھیں
اور آپ آئینہ الحمد تھے۔

رب العٰلمین کی صفت کو لیجئے۔ حضور
میں اس صفت کی بھی مکمل طور پر جلوہ گری
ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کو رحمت
للعالمین کہا گیا ہے یعنی آپ سارے
عالموں کے لئے باعث رحمت ہیں۔ یہ
نکتہ بھی بہت وسیع ہے۔ لیکن اس کے
چند پہلوؤں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضور
کی بعثت سے پہلے ساری دُنیا روحانی طور
پر مر چکی تھی۔ آپ نے اپنی قوتِ قدسیہ
سے دُنیا کو نئی روحانی زندگی دی۔ عرب
عجم کو افریقہ، یورپ کو ہند و چین کو
انڈونیشیا و امریکہ کو سارے عالم کو۔ آپ
نے پرانے نبیوں کو بھی نئے سرے سے
زندہ کیا۔ گرتی ہوئی قوموں کو اُٹھایا۔ اور
[illegible] ترقی دی۔ یعنی آپ سارے عالم کے
لئے [illegible] ثابت ہوئے۔ اس
لئے آپ کو حاشر بھی کہا گیا ہے۔ آپ نے اس
نئی روحانی پیدائش کے بعد ربوبیت کی
دوسری منزل کا فرض بھی ادا کیا۔ یعنی افراد
و قوم کی تربیت فرمائی اور انہیں اُن کی
پرورش کر کے انہیں ترقی کی بلند ترین منزلوں
پر پہنچایا۔ عرب کی مثال لیجئے۔ حضرت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کی ربوبیت کا معجزہ سب سے
پہلے وہیں ظاہر ہوا۔ لیکن ایران، ترکستان
تاتار، اور انڈونیشیا، افریقہ اور اندلس
میں بھی حضور کی ربوبیت کی جھلکار نظر آئی۔
اور آج یورپ اور امریکہ میں بھی یہ روشنی
پھیلتی ہوئی نظر آتی ہے۔

حضور کی تعلیمات کے ذریعہ روحانی
اور مادی دونوں قسم کی ترقیاں ہوئیں ذہن
انسانی آزاد ہوا۔ مشاہدہ کائنات کا انسان
نے سلیقہ سیکھا۔ اور اس کے ضمن سے
سائینسی علوم پھیلنے لگے۔ آپ کی امت میں
ایک طرف مجددوں اور دوسری طرف صوفیوں
کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور دوسری جانب سائنس
دانوں اور فلسفیوں کا۔ امت سے باہر کے
لوگوں نے بھی حضور کی مادی اور روحانی
ربوبیت سے فائدہ اُٹھایا۔ وحدانیت
کی تعلیم پھیلنے لگی۔ اور سائنسی نقطۂ نظر کو سارے
عالم میں فروغ ہوا۔

حضور کی ربوبیت ایک زندہ ربوبیت
ہے۔ عالم نو میں بھی حضور کا فیض جاری
ہے۔ اسلامی شریعت قیامت تک کے
لئے ہے۔ اور ہر قوم اور ہر ملک کے
لئے۔ خدا تعالیٰ کی ربوبیت کی طرح حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ربوبیت بھی آفاقی
اور ابدی ہے۔ کیونکہ جنت کی روحانی
ترقی بھی اسلامی تعلیم کے فیض سے ہی ہوگی
اور وہاں خدا تعالیٰ کی صفتوں کا ظہور
قرآن حکیم کی بتائی ہوئی صفات الٰہیہ
کی روشنی میں ہوگا۔

حضور کی ربوبیت کے اجرائے
دائمی کا ایک پہلو یہ ہے کہ حضور کی امت
میں ظلی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ حضور
کی ربوبیت نے اس صدی میں حضرت مسیح
موعود علیہ السلام کو روحانی زندگی عطا کی
[illegible] حضور حضرت مسیح موعود کے
روحانی باپ تھے۔ باپ بھی اور آقا
بھی پیشوا بھی اور محبوب بھی۔ صاحب
شریعت بھی اور متاع بھی ساری برکتیں
حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو حضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ہی حاصل ہوئیں۔
اور آں حضرت کا فیض ربوبیت ہمیشہ
ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر عالم میں یہ چشمہ فیض
رواں ہوگا۔ اور ابد تک یہ ثابت ہوتا
رہے گا کہ آں حضرت رب العالمین کے
ظل اور رحمت للعالمین ہیں۔

اب صفت رحمانیت کی جلوہ گری [illegible]
محمدیہ میں دیکھئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ
وسلم کا فیض چونکہ تمام ملکوں اور قوموں
کے لئے تا قیامت جاری رہنے والا
ہوگا۔ لہٰذا جو رحمت اور برکت کے کام
آپ نے اپنی زندگی میں کئے وہ آنے
والوں کے لئے صفتِ رحمانیت کے
تحت آتے۔ آپ نے ایسی قوموں کے لئے
بھی خیر و برکت کا سرمایہ جمع کر دیا جن کا وجود
ہی نہیں آئی تھیں اور آپ کی رحمت کی
گھٹا ان ملکوں کے لئے بھی اُٹھی اور
مستقبل میں برسی جن کا کوئی تعلق آپ
سے نہ تھا۔ حضور کو ان لوگوں کی بھی
فکر تھی جو عمل کی توفیق نہیں پاتے تھے
آپ کے ذریعہ جو تعلیم پھیلی اور آپ کی کوششوں
سے جو امت پیدا ہوئی وہ سارے انسانوں
کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ ان انسانوں
نے اس کار خیر میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ پھر
بھی رسول کریم کی سیرت شریعت اور امت
تینوں ان سارے انسانوں کے لئے
جو دور دراز کے تھے یا مستقبل میں پیدا
ہونے والے تھے۔ چاند، سورج اور
ستاروں کی طرح روشنی بکھیرنے والی
ہیں۔ حضور کے ذریعہ سے جو حضور نے مکے
بسانے میں روحانی علوم کا دریا بہا دیا۔
وہ آج تک مختلف ملکوں اور قوموں کو
سیراب کر رہا ہے۔ غرض یہ کہ مختلف
جہتوں سے حضور کی ذات مجسمہ
رحمانیت ثابت ہوئی۔ حضور کی نصیحتیں
جو آخری حج کے موقع پہ فرمائی ان سے
بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے قلب
صافی میں رحمانیت کا جوش تھا

اسی طرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے وجود میں رحیمیت کی جلوہ گری بھی
تھی۔ اس کی بھی بہت بڑی تفصیل ہے
حضور کی تعلیمات میں بکثرت ایسے اور
ارشادات ملتے ہیں جن سے یہ سبق ملتا
ہے کہ کام کرنے والوں کے اچھے کاموں
کی قدر کرنی چاہیئے اور انہیں بہتر سے
بہتر بدلہ دینا چاہیئے۔ حدیثوں میں آیا ہے
کہ مزدور کے پسینہ خشک ہونے سے
پہلے اس کی مزدوری ادا کر دینی چاہیئے۔
اور اسے اجرت سے زیادہ دیا جائے
لوگوں سے نرمی سے بات کرنی غصے کو
دبانا اور انکی غلطیوں کو معاف کرنا رسول
کریم کی عام عادت تھی عرب کے مشہور
سخی حاتم طائی کی بیٹی ایک جنگ میں
اسیر ہو کر آئی۔ آپ نے اُسے آزاد کر
دیا۔ اس کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک
کے ساتھ پیش آئے۔ اور فرمایا کہ حاتم
طائی بہت سخی آدمی تھا ......
....
.... [illegible]
کے ساتھ بھی خاص رحم و کرم کا سلوک ہونا چاہیئے۔

حضور اپنی بیویوں، اپنی اولاد اپنے
رشتہ داروں، اپنے ملازموں اور اپنے
اصحاب کے ساتھ ہر لمحہ رحم و کرم کا برتاؤ
فرماتے تھے۔ آپ کی رحیمیت کا یہ عالم تھا کہ
جو لوگ آپ کی یا آپ کی تحریک کی نصرت
و مدد کرتے تھے۔ آپ انکی اس سے زیادہ
نصرت اور مدد فرماتے تھے۔ اور ان کے
لئے دن رات دعائیں کیا کرتے تھے۔ جب
کبھی رات کو دشمنوں کے حملے کا خطرہ ہوتا
تو آپ سب سے پہلے اپنا آرام ترک کر کے
مدینے سے باہر چلے جاتے اور اپنے اصحاب
کی حفاظت کے لئے ہر طرح کا سامان فرماتے۔
دشمن کی خبر لیتے اور اپنے دوستوں کو تکلیف
نہ پہنچنے دیتے۔ حضور کی رحیمیت کے ان
گنت واقعات ہیں اور حضور کی پیش کی
ہوئی شریعت میں بھی رحیمیت کی جا بجا جلوہ
گری ملتی ہے۔ اس شریعت کے پھیلانے
میں جس طرح حضور نے کوشش کی ہے
وہ بے مثال ہے۔ بے شک اصحاب رسول
نے بھی بڑا کام کیا ہے لیکن خود رسول
نے جس طرح انکی قربانیوں اور کاموں کی
قدر کی اور ان سے بڑھ کر خود کام کر دکھایا۔
وہ رحیمیت کی بہترین مثال ہیں۔

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو
اللہ تعالیٰ نے مالک یوم الدین کا
ظل بھی بنایا۔ آپ کی تعلیمات اور آپ
کی سیرت میں مالکیت کی جلوہ گری جا بجا
ملتی ہے۔ عربی میں دین کے معنے بہت
کچھ ہیں۔ ان میں سے ہر معنی کے اعتبار سے
رسول کریم صفاتِ مالکیت کے آئینہ دار
ثابت ہوئے۔ دین کے معنے جزا اور
سزا کے بھی ہیں۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے
اکثر و بیشتر جنگوں میں فتح دی اور
آپ نے مفتوحوں اور محکوموں کے ساتھ
مالکیانہ شان سے فیصلے فرمائے اور
آپ نے اپنے اصحاب کو جزا اور اپنے دشمنوں
کو سزا دی۔ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے
وقت آپ کی اس صفت کو بڑے شاندار
طور پر آشکارا فرمایا۔ جب رسول کریم کو
اقتدار کامل حاصل ہوا تو آپ نے اہل مکہ
کے گناہ بخش دیئے اور ثابت کر دیا کہ
آپ کو اپنی مالکیت اور قوت پہ اعتماد
حاصل ہے۔ آپ [illegible] اعلیٰ نوع کے مالک
ہیں۔ مالک صرف سزا ہی نہیں دیتا۔ بلکہ وہ
معاف بھی کر سکتا ہے۔ عیسائی اور ہندو
فلسفہ معافی کا قائل نہیں ہے لیکن اسلامی
فلسفہ [illegible] خدا تعالیٰ کو اور اسکے ظل کامل کو
مالک قرار دیتا ہے۔ لہٰذا ایسی معافی کو
جس سے فائدہ پہنچے اور جس سے ترقی
اور فلاح ہو ضروری قرار دیتا ہے۔ مالکیت
کی صفت صحیح رنگ میں [illegible]

(باقی صفحہ [illegible])

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر توکل علی اللہ

از قلم محترم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل کلکتہ

عام طور پر توکل بر خدا کا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے۔ ظاہری و باطنی قویٰ سے کام لینا چھوڑ دے۔ اور بہم رسیدہ اسباب و ذرائع سے یکسر منہ موڑ لے اور اُمید یہ رکھے کہ خدا تعالےٰ خود ہی اس کا ہر کام سنوار دے گا اور اس کی بگڑی بنا دے گا۔ حالانکہ یہ پوزیشن حد درجہ مضحکہ خیز اور مہمل ہے۔ کیونکہ اس میں تو بندہ، خدا اور خدا، بندے کے مقام پر اُتر آتا ہے۔

آخر آقا اور غلام کے مابین یہی تو مابہ الامتیاز ہے کہ وہ مخدوم اور یہ خادم ہے۔ وہ کار فرما اور یہ کار گر ہے۔ وہ مالک اور یہ مملوک ہے۔ وہ بادشاہ اور یہ گدائے بینوا ہے۔ وہ فرمانروا یہ فرمانبردار ہے۔

توکل کا یہ مردود و مسترد مفہوم موجودہ دور کی بدفہمی کا ایسا ہی مظاہرہ ہے جیسا کہ فی زمانہ رزق جوئی کے لئے تو انسانی تگ و تاز، کاوش و جانفشانی اور جہاں گردی و جگر سوزی کا چنداں اب نہیں رکھتی لیکن معبود حقیقی کی عبادت و بندگی کے لئے روزہ داری، ترک معاصی اور شب بیداری ایسے مجاہدات افسانے بن چکے ہیں۔ حالانکہ رزق و ضروریات زندگی کی بہم رسانی خالق کائنات نے اپنے ذمے لی ہے اور عبادت و ریاضت کی بجا آوری انسان کو سونپی ہے۔

توکل کا اصل مفہوم جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے "اعقل و توکل" ہے جس کی تفسیر میں حضرت مولانا روم کا یہ شعر گویا ضرب المثل کا حکم رکھتا ہے ؎

گفت پیغمبر با آواز بلند
با توکل زانوئے اشتر بہ بند

یعنی کسی کام کی انجام دہی کے لئے جملہ اسباب و ذرائع کو بروئے کار لاؤ۔ باایں ہمہ اُن پر یا اپنی حسن تدبیر پر بھروسہ نہ کرو۔ بلکہ یہی یقین رکھو کہ کامیابی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی رجوع برحمت ہوگا تو یہ معرکہ سر ہوگا۔ ورنہ نہ کوئی حسن تدبیر کارگر ہو سکتی ہے اور نہ دنیا و مافیہا کے اسباب و علل کوئی نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں۔

یہ تو تصویر کا ایک رُخ ہے جبکہ تمام ساز و سامان موجود ہے مگر اس پر بھروسہ توکل علی اللہ کے منافی بتایا گیا ہے مگر اس کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے اور وہ یہ کہ سامان برائے نام ہے یا سرے سے کوئی سامان ہے ہی نہیں۔ بلکہ بظاہر تمام حالات ناساز گار ہیں۔ دنیا تیرہ و تار ہے۔ تاہم توکل علی اللہ کا یہ عالم ہے کہ دل میں ایک ذرہ برابر نہیں مطلق یاس نہیں۔ پھر بھی دیکھنے والے اس استقامت فوق الکرامت کو دیکھتے ہیں اور عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ تصویر کا یہ رُخ پہلے کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ ایمان افزا اور خدا نما پہلو ہے۔ چنانچہ آج رسول اکرم صلعم کے اسی توکل علی اللہ کے بعض مناظر کی نقاب کشائی مطلوب ہے

۱

جب آنحضرت صلعم نے دعویٰ کیا اس وقت آپ کسی شمار و قطار میں نہ تھے آپ کی ظاہری حالت ایسی کس مپرسی کی تھی کہ کوئی اثر و رسوخ تھا نہ جاہ و جلال۔ کوئی جتھا تھا نہ مال و منال یہی وجہ تھی کہ کفار مکہ نے بے دھڑک ہر ظلم روا رکھا۔ آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے، آپ کے اوپر غلاظت پھینکی۔ آپ کا مذاق اُڑایا۔ آپ پر سنگباری کی۔ مگر آپ نے اُف تک نہ کی۔

ایک دن ایسا اتفاق ہؤا کہ صنادید قریش اوباش کے بے فکرے خانہ کعبہ کے صحن میں کار بیکاراں میں مشغول تھے کہ ایک اجنبی اُن سے یوں فریادی ہؤا کہ میں نے کچھ مال ابوجہل کے ہاتھ فروخت کیا تھا جس کا روپیہ اس کے ذمہ واجب الادا ہے مگر اس کی ادائیگی نہیں کرتا۔ میں یہاں مکہ میں غریب الوطن اور بے یار و مددگار ہوں میری داد رسی کی جائے۔

شرارت تو قریش کی گھٹی میں پڑی تھی۔ یہ فریاد سنی تو ایک شگوفہ ہاتھ آگیا اور کہا کہ مکہ میں صرف ایک ہی شخص ہے جس سے ابوجہل خم کھاتا ہے اور وہ ہے محمد بن عبداللہ۔ وہ حلف الفضول کا بھی رکن ہے۔ اگر وہ تمہاری حمایت کا بیڑہ اُٹھائے تو تمہاری رقم وصول ہو سکتی ہے، ورنہ روپیہ سے ہاتھ دھو رکھو۔

وہ انجان دیہاتی کیا جانے کہ لپک کر حضرت رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہؤا اور سارا ماجرا کہ سنایا اور پھر سراپا التجا بن کر حضور اکرم صلعم سے امداد کا طالب ہؤا۔ آپ فوراً بھانپ گئے کہ یہ قریش کی ایک گہری چال ہے تاہم توکل بر خدا آپ اس مظلوم کی داد رسی کے لئے اپنے جانی دشمن ابوجہل کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور بڑی بے خوفی اور دلیری سے فرمایا کہ بلا چون و چرا اور بلا تاخیر مقدار کا حق ادا کر دو۔

ابوجہل آپ کے عزم و ارادہ، جرأت و بسالت اور حوصلہ و پامردی سے ایسا مرعوب ہؤا کہ دم نہ مار سکا اور اسی وقت ایک ایک پائی ادا کر دی۔ صنادید مکہ جو کسی عجیب و غریب تماشا کے منتظر تھے، ان حالات سے آگاہ ہوئے تو انگشت بدنداں ہو گئے۔

۲

کفار مکہ نے آنحضرت صلعم کا پیام رسالت سنا تو ایک کان سے سنکر دوسرے سے نکال دیا، اور تماش سمجھ کر اس سے دل بہلاتے رہے لیکن اس مقدس فریضہ سے آپ کی گرویدگی اور لگن ایسی دلکش جو رنگ لائے بغیر نہ رہتی۔ اس لئے آہستہ آہستہ آپ کا پیغام دلوں میں اترنے لگا اور کفر و شرک کا رنگ پھیکا پڑنے لگا

کفار مکہ نے بمصداق ؎

"فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"

یہ سمجھا کہ ہو نہ ہو محمد عربی صلعم کو کوئی دنیوی لالچ مدنظر ہے، اس بنا پر انہوں نے "زلاثہ ثلثہ" یعنی زر، زن اور زمین کی بھاری پیشکش کی کہ آپ چاہیں تو ہم ڈھیروں زر و مال آپ کے قدموں میں نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ اشارہ فرمائیں تو نادرہ روزگار حسینہ آپ کے حبالۂ عقد میں دینے کو آمادہ ہیں اور جو تخت و تاج کی تمنا ہو تو ہم تاج شاہی پیش کرنے کو حاضر ہیں۔ آپ حکم دیں، ہم تعمیل کے لئے کمربستہ ہیں۔ مگر یہ دعوت اسلام بند کر دیں۔ ان تمام پیشکشوں کے جواب میں حضور صلعم نے عجیب وارفتگی اور بے پروائی کے عالم میں بار بار انہیں توحید کا پیغام دیا اور ہر رشوت کو ٹھکرا دیا۔

اب قریش کا جذبۂ انتقام اور بھی جوش زن ہؤا اور وہ آنحضرت صلعم کے عم محترم ابوطالب کے پاس گئے کہ یا تو اپنے بھتیجے کو تبلیغ اسلام سے روکو ورنہ اس کی مخالفت سے دستکش ہو جاؤ تاکہ ہم آپ دانانہ اُن سے سمجھ لیں۔ ابوطالب نے قوم کے بدلے ہوئے تیور دیکھے تو آنحضرت صلعم کو بلایا اور بڑی ملائمت اور محبت سے فرمایا کہ اے جان عم! میں ساری قوم کا مقابلہ کرنے سے لاچار ہوں، میرے بڑھاپے پر رحم کرو اور یہ کام چھوڑ دو۔

آنحضرت صلعم نے دیکھا کہ دنیوی لحاظ سے آپ کا آخری سہارا بھی ٹوٹا جا رہا ہے۔ آبدیدہ ہو کر گلوگیر آواز میں فرمایا۔ چچا جان! یہ کام تو مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارا ہے، یا تو میں اسی راہ میں فنا ہو جاؤں گا یا جلد یا بدیر اللہ تعالیٰ مجھے کامیاب و کامران کر دے گا۔

یہ توکل علی اللہ کا ایسا شاندار مظاہرہ تھا جس کی مثال چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتی۔

۳

آنحضرت صلعم کے ظہور پُرنور کے بعد جب توحید الٰہی کا ڈنکا بجا اور خانہ کعبہ پر تا بعض معبود باطلہ کی خدائی کے لالے پڑے تو ان کے پجاریوں کو اپنے خداؤں پر ترس آگیا۔ چنانچہ مشرکوں نے نعرۂ توحید کو دبانے کے لئے یکے بعد دیگرے کئی تدبیریں سوچیں مگر کارگر نہ سمجھ کر خود ہی رد کر دیں۔ آخر کار یہ صلاح ٹھہری کہ علمبردار توحید کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ قریش کے خون آشام بہادروں نے ننگی تلواریں ہاتھوں میں لے کر کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کر لیا۔ مکہ کے پیر و جوان اور مرد و زن بڑے پُر اُمید تھے کہ آج پرچم توحید ہمیشہ کے لئے سرنگوں اور شرک و بدعت کا پھریرا سر بلند ہو جائے گا۔

لیکن قدرت کی اعجاز نمائی اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ کی یکتائی کے ظہور کے لئے یہی وقت مقدر تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی بے سرو سامانی، کفار مکہ کی ہمہ آن ریشہ دوانی، بیگانوں اور یگانوں کی ستم رانی، دشمنان دین کی روز افزوں ایذا رسانی اور اب محاصرین کی خون آشامی غرض ہر حالت ایسی تھی کہ ہر بڑے سے بڑے جفادری کا زہرہ آب ہو جاتا۔

باایں ہمہ سرور عالم صلعم پوری دلجمعی اور اطمینان کے ساتھ اُٹھے۔ حضرت علیؓ کو اپنی خوابگاہ پر لٹایا، جو آج تختۂ مشق تھی نہ کہ فرش گل، مگر فرمایا کہ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور پھر دروازہ کھولا اور باہر تشریف لے گئے۔ چونکہ حضور صلعم کو خدائی حفاظت اور نگہبانی پر کامل یقین تھا اس لئے دانا و بینا خدا نے آپ کے توکل علی اللہ کو ایسا نوازا کہ محاصرین کی گویا بینائی جاتی رہی۔ ان کی

تو زیں کچی رہ گئیں، اور ان کے ناپاک ارادے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور جب انہیں ہوش آیا تو پتہ چلا کہ ان کا "شکار" ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے

(۴)

رسولِ اکرمؐ ننگی تلواروں کا حصار توڑ کر آگے بڑھے۔ اپنے یارِ غار صدیق اکبرؓ کو ہمراہ لیا اور مکہ سے چند میل دور غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ اُدھر قدرتِ خداوندی کا یہ کرشمہ ظاہر ہوا کہ ایک مکڑی نے آن کی آن میں غار کے منہ پر تازہ جالا تن دیا جو کفار مکہ کے لئے سدِ سکندری بن گیا۔

کفار مکہ کی تجویز تھی کہ آنحضرت صلعم کو قید و بند میں ڈال دیں۔ یا شہر بدر کر دیں یا قتل کر دیں۔ اب تک ان کی ان تینوں تجویزوں پر عملدرآمد ہو چکا تھا لیکن وہ اپنے منصوبہ میں خائب و خاسر ہو رہے تھے۔ اور اب احساسِ ناکامی کے ساتھ ساتھ غیظ و غضب کی شدت سے بھی لال پیلے ہو رہے تھے۔ اب ایک ماہر کھوجی کی رہنمائی میں غارِ ثور تک پہنچے۔ کھوجی نے کہا کہ پاؤں کے نشان غار کے اندر جاتے ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ تمہارا "شکار" اس کے اندر ہے، جاؤ اور پکڑ لو۔

یہ موقع ایسا نازک تھا کہ صدیق اکبرؓ گھبرا گئے کہ مبادا اس بیچارگی کی حالت میں رسولِ خدا صلعم کو کوئی گزند پہنچ جائے۔ کیونکہ انہیں دشمنوں کے پاؤں صاف نظر آ رہے تھے اور اگر وہ ذرا جھک کر غار کے اندر جھانکتے تو وہ نوبِ پناہ گزینوں کو دیکھ لیتے قرآنی الفاظ میں رسولِ خدا صلعم نے انتہائی اطمینان اور توکل علی اللہ سے فرمایا "لاتحزن ان اللہ معنا" اے میرے یارِ غار گھبرایئے مت، ہم صرف دو نہیں ہیں بلکہ ایک تیسرا یعنی اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ہے

کیسا بے پناہ توکل اور یقین ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات پر، کہ بچ نکلنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ معمولی غار ہے کوئی قلعہ نہیں۔ حفاظت کے لئے اندر یا باہر کوئی فوج نہیں کہیں سے کوئی کمک متوقع نہیں اور خونخوار دشمن سر پر دروازے پر کھڑا ہے۔ بایں ہمہ آپؐ حالات کی نزاکت کو ذرہ بھر بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اور بکمال دلجمعی، وثوق اور یقین کے ساتھ اپنے ساتھی کی بھی ڈھارس بندھاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو کسی کی مجال نہیں جو ہمیں میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔

آپؐ کے اسی یقین اور توکل کی برکت تھی کہ کھوجی کے اصرار کے باوجود کہ محمد رسول اللہ صلعم اسی غار میں چھپے ہیں کفار قریش اس کے فہم و عقل کا خاکہ اڑاتے ہیں کہ غار کے منہ پر مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اگر کوئی آج اس کے اندر گیا ہوتا اور اس طرح غار کے اندر جانا تو درکنار وہ سمجھ جب تجھے بھی سردار مانا جائے گا۔ یہ ایک الٰہی تصرف تھا جو رسولِ کریم صلعم کے توکل علی اللہ کا ایمان افروز ثمرہ تھا۔

(۵)

کفار مکہ بے نیلِ مرام واپس آئے مگر اندر ہی اندر تلملاتے اور پیچ و تاب کھاتے رہے کہ ان کے سارے منصوبے ایک ایک کر کے خاک میں مل گئے۔ اور وہ انتہائی عزم و احتیاط، جرأت و تہور اور شجاعت و بسالت کے باوجود محمد عربی صلعم کے خون سے ہولی نہ کھیل سکے۔ وہ اپنی شیرازہ بندی، معاملہ فہمی، رازداری اور شمشیر زنی کے باوصف اس بری طرح خائب و خاسر ہوئے کہ مارے شرم و ندامت کے زمین میں گڑ گڑ گئے۔

آخر کار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کے لئے سرخ مو سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا اس پر سراقہ بن جعشم نے ہتھیار لگائے، اسپ تازی پر سوار ہوا اور آپؐ کا پیچھا کیا۔ صدیق اکبرؓ جو بار بار پیچھے دیکھ رہے تھے، فوراً تاڑ گئے کہ آنے والے کی نیت بخیر نہیں، آپ گھبرا گئے کہ مبادا اللہ تعالیٰ کی گرانمایہ امانت اور نعمتِ عظمیٰ کو کوئی ضرر اور گزند پہنچ جائے، مگر واہ رے شانِ توکل کہ رسالتمآب صلعم کو اتنے بڑے خطرے کا احساس تک نہ تھا۔

جب سراقہ قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، سواری اور سوار دونوں گرے، اٹھے سنبھلے، بڑھے مگر پھر گرے، یہ عجیب ماجرا دیکھ کر سراقہ کی آنکھیں کھل گئیں اور دل کے دریچے وا ہو گئے۔ بس پھر کیا تھا اس کا نہاں خانۂ دل نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا۔ اور وہ اپنی گستاخی اور بدبختی کے لئے عفو و کرم کا طلبگار ہوا۔

رحم مجسم نے پوچھا، سراقہ! تم جو میرے قتل پر آمادہ ہوئے تو اس کا موجب؟ عرض کی، پیارے آقا! سرخ مو سو اونٹوں کا انعام دیکھ کر لالچ آ گیا لیکن اب جو دولتِ ایمان ملی ہے تو سب دولتیں ہیچ نظر آنے لگی ہیں۔ حضور اکرم صلعم نے فرمایا، میں تمہارے ہاتھوں میں قیصر و کسریٰ کے شاہی کنگن دیکھ رہا ہوں سبحان اللہ! توکل ہو تو ایسا کہ انتہائی بے سرو سامانی کے باوجود یہ یقینِ محکم اور وثوقِ کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہفت اقلیم ہماری ہے۔

(۶)

کفار مکہ وار پہ وار کرتے ہیں مگر منہ کی کھاتے ہیں۔ جتنا نیچا دکھاتے ہیں اتنا ہی زک اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ اب ابلیسِ لعین نے انہیں یہ پٹی پڑھائی کہ ایک لشکرِ جرار لے کر مدینہ پر چڑھ دوڑو۔ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ مٹھی بھر مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دو۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے خون کی ارزانی سے اپنی پیاس بجھا لو۔ حالانکہ اگر وہ ذرا بھی عقل و شعور سے کام لیتے تو ایسی جسارت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے کتنا خوب فرمایا ہے کہ ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت کہ دنیا میں کمزور ترین گھر مکڑی کا جالا ہے مگر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہی جالا محمد عربی صلعم کے لئے حصنِ حصین اور قلعہ آہنین بن گیا۔ جب عدوانِ محمدؐ وہ جالا بھی نہ توڑ سکے تو اب مدینہ کے در و دیوار اور غلامانِ محمدؐ کے حلقۂ جاں نثار کا توڑنا کیونکر ممکن ہو گا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ کفار کے ترکش میں کوئی تیر باقی نہ رہ جائے اور نہ یہ تمنا ان کے دلوں میں چٹکیاں لے سکے کہ اگر وہ فلاں چال چلتے تو ضرور کامیاب ہو جاتے۔

الغرض کفار مکہ کیل کانٹے سے لیس ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اُدھر رسول اکرمؐ نے بدر کے مقام پر ڈیرے ڈال لئے۔ لیکن حالت یہ کہ کل تین سو تیرہ فدایانِ اسلام اور وہ بھی غیر مسلح اور نہتے، ناآزمودہ اور ناتجربہ کار، دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ یہ مقابلے کی چوٹ نہ تھی۔ اور اگر کفار کو اپنے زرہ بازو، ساز و سامان، جنگجوئی اور تجربہ کاری پر گھمنڈ تھا تو رسولِ اکرمؐ کا دامن توکل علی اللہ کی دولت سے مالا مال تھا۔

اِدھر جنگ شروع ہوئی اُدھر حضرت رسول کریم صلعم نے دعا کے تیر چلانے شروع کئے۔ فرمایا۔ اللّٰھم ان اھلکت ھٰذہ العصابۃ لن تعبد فی الارض ابدا۔ کہ اے مولا ہم تو صرف اس لئے جیتے ہیں کہ تیرا نام بلند ہو۔ لیکن اگر یہ مٹھی بھر مسلمان اس میدان میں کھیت رہے تو آئندہ دنیا میں تیری عبادت کبھی نہ ہو گی

اس دعا نے عرشِ الٰہی کو ہلا دیا۔ اور یوم بدر یوم فرقان بن گیا۔ کفار کی جڑ کٹ گئی۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔ بڑے بڑے صنادیدِ قریش موت کے گھاٹ اتر گئے اور اسلام کی بنیادیں استوار سے استوار تر ہو گئیں۔

(۷)

اگرچہ جنگ بدر میں کفار کی جڑیں کٹ گئیں مگر وہ زخمی سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے گھر لوٹے۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کا مورث و مربی یا چشم و چراغ میدان بدر میں کیفرِ کردار کو نہ پہنچا۔ اس لئے ہر گھر ایک ماتم کدہ بن گیا۔ بایں ہمہ قریش مکہ نے یہی طے کیا کہ کشتگانِ بدر کا سیاپا نہ کیا جائے۔ تا انتقامی لاوا اندر ہی اندر کھولتا رہے۔

عربوں کے لئے اپنے مقتولوں کے غم میں سر پر کے چیتا اور ان پر نوحہ و ماتم سے تکلف جانا امرِ محال تھا۔ تاہم چونکہ قومی فیصلہ کے سامنے مجبور تھے اس لئے دم گھونٹ کر رہ گئے۔ اس معرکہ میں اسود کے تین جوان بیٹے کام آئے تھے۔ اس کا دل امڈا آتا تھا لیکن سینے پر پتھر رکھے خاموش تھا۔ کہ اچانک ایک دن کسی عورت کے رونے کی آواز اس کے کان میں آئی۔ سمجھا کہ شاید کشتگانِ بدر کے ماتم کی اجازت دیدی۔ لیکن جب پتہ چلا کہ وہ اپنے اونٹ کے گم ہونے پر رو رہی ہے تو وہ پھوٹ پڑا۔ اور فی البدیہہ اشعار کہہ کر جی بھر کے رو لیا اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔ ان اشعار کا مطلب یہ تھا کہ:-

"کیا یہ عورت ایک اونٹ کے غم میں وقفِ فغاں ہے اور مارے صدمے کے اس کی نیند اڑ گئی ہے
یہ بھی کوئی رونے کی بات ہے۔
رونا ہے تو میدان بدر پہ رو
جہاں ہماری قسمت پھوٹ گئی۔
رونا ہے تو عقیل پہ رو اور شیروں کے شیر حارث پر نوحہ کر۔"

جب غم و غصہ اور غیظ و غضب کا یہ حال ہو تو قریش مکہ کے سنگین ارادوں کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ چنانچہ واقعہ بدر کے بعد ایک ہی سال کے اندر اندر کفار مکہ پوری تیاری کے ساتھ ایک لشکرِ جرار لے کر مدینہ پر چڑھ آئے۔ کوہ احد کے دامن میں اسلامی فوج سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اور ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ دشت و جبل کانپ اٹھے۔ مطلع صاف ہوا تو میدان کارزار شیدایانِ رسالت کے ہاتھ تھا۔ مگر مسلمانوں کی ذرا سی غلطی سے پانسہ پلٹ گیا۔ اور ان کی فتح شکست سے بدل گئی اور رسول کریم صلعم کی شہادت کی افواہ جنگل کی آگ کی طرح ہر جگہ پھیل گئی۔

لشکرِ کفار کا سالارِ اعظم ابوسفیان پکارا کہ ہم نے محمد کو مار ڈالا۔ صحابہؓ نے جواب دینا چاہا تو حضور صلعم نے روک دیا۔ کہ اس طرح دشمن کو آپ کی نشاندہی ہو گی۔ وہ پھر پکارا کہ ہم نے ابوبکر کو بھی مار ڈالا۔ حضور صلعم نے کسی کو لب کشائی کی اجازت نہ دی۔ لیکن جب ابوسفیان نے میدان خالی پا کر اپنے معبودِ باطل ہبل کی جے کا نعرہ لگایا تو رسول اکرمؐ بے چین ہو گئے اور فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے کہ اللہ اعلیٰ واجل یعنی اللہ ہی بزرگ و برتر

ہے۔ ابو سفیان پھر بولا کہ لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم یعنی ہمارے پاس عزیٰ ہے اگر تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ اس کے جواب میں حضور صلعم نے پھر نعرہ لگوایا کہ اللہ مولٰنا ولا مولیٰ لکم یعنی اللہ ہمارا یار و مددگار ہے مگر تمہارا کوئی یار و مددگار نہیں اب تو ابو سفیان بڑا چکرایا کہ اگر محمد، ابو بکر اور عمر قتل ہو چکے ہیں۔ تو یہ باطل شکن اور فلک شگاف نعرے کون لگا اور لگوا رہا ہے یعنی ان کا یہ انداز صاف غمازی کر رہا ہے کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے جاں نثار زندہ ہیں اس پاس سے پھر حملہ کرنا چاہا لیکن پرستاران توحید کو تازہ دم پا کر جی ہار گیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کی شکست پھر ان کی فتح میں بدل گئی۔

ایسی نازک حالت میں جبکہ آئین جنگ کا تقاضا یہ تھا کہ دم سادھے پڑے رہو۔ اپنی موجودگی پہ پردہ ڈالنے کے لئے ہونٹ سی رکھو۔ مبادا دشمن کو پتہ چل جائے اور وہ حملہ کر دے۔ حضرت رسول کریم صلعم معبودان باطلہ کے نام کا جب کارہ نہ سن سکے بلکہ ذکی بر خدا اتر کی برتر کی معبود برحق کے جلال و جبروت کا ایسا نعرہ لگایا کہ ساری فضا گونج اٹھی

(۸)

ایک دفعہ آپ غزوہ نجد سے واپس لوٹے اور راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ یہاں سایہ دار درختوں کے گھنے جھنڈ تھے۔ جاں نثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہو کر ادھر ادھر سایہ میں سو گئے آنحضرت صلعم بھی ایک سایہ دار درخت کے نیچے محو خواب تھے اور آپ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ یکایک ایک بدو وہاں آ نکلا جو شاید اسی موقعہ کی تلاش میں تھا۔ اس نے تلوار میان سے نکال لی۔ اتنے میں حضور صلعم کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ دشمن تیغ بکف سر پر کھڑا پوچھ رہا ہے کہ اے محمد! کون تجھے مجھ سے بچا سکتا ہے؟ توکل علی اللہ کی تجلی چمکی اور حضور صلعم نے بڑی دلجمعی اور اطمینان سے جواب دیا۔ اللہ۔ یہ صدا سنتے ہی بدو کے ہاتھ لرزا اور تلوار گر پڑی۔ اب تلوار رسول اللہ صلعم کے ہاتھ میں تھی اور حضور صلعم اس بدو سے پوچھ رہے تھے کہ اب تم بتاؤ کون تمہیں میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے؟ بدو ادھر رحمت عالم سے عفو و کرم کا طلبگار تھا ادھر ہم جسم نے اس سے درگزر فرمایا۔ یہ اعجاز نما توکل علی اللہ کس قدر روح افزا اور ایمان انگیز ہے

(۹)

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین کے موقع پر جبکہ اسلامی لشکر میں بہت سے نو مسلم مؤلفۃ القلوب بلکہ تقریباً دو ہزار طلقا بھی شامل تھے جو اب تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ایک وقت ایسا آیا جبکہ ماہر تیر انداز دشمنوں کی اچانک اور بے پناہ تیر اندازی سے ان لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ایسی افراتفری مچی کہ سارا اسلامی لشکر تتر بتر ہو گیا۔ بدکی ہوئی سواریاں اپنی سواریوں سمیت میدان سے نکل بھاگیں۔ اور تمام لشکری ایسے حواس باختہ ہوئے کہ کوئی سُدھ بُدھ نہ رہی بلکہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت رسول کریم صلعم تقریباً تنہا رہ گئے کوئی اور ہوتا تو ڈر کر بھاگ جاتا مگر رسول اکرم صلعم کے توکل علی اللہ کا یہ عالم تھا کہ آپ رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں ڈٹے رہے۔ فرمایا:-

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب

میں اللہ تعالیٰ کا نبی برحق ہوں اس لئے میدان سے بھاگنا مجھے زیبا نہیں اور میں قریش کے رئیس اعظم عبد المطلب کا فرزند ہوں اس لئے بھی پیٹھ نہیں دکھا سکتا۔

اگرچہ بھگدڑ تو مچ گئی تھی سادہ جب حضرت عباس رضی جیسے جہیر الصوت کا بلاوا کانوں میں پڑا تو یوں معلوم ہوا کہ میدان حشر میں صور اسرافیل پھونکا جا رہا ہے۔ فدایان اسلام اپنی بدکی ہوئی سواریوں سے کود کود کر افتاں و خیزاں مرکز عالم کی طرف لپکے اور آن کی آن میں سب پروانے شمع کے گرد جمع ہو گئے۔ تاہم کچھ وقفہ کے لئے جو وجود مجموعہ کائنات گویا تنہا رہ گیا تو دنیا نے آپ کے صبر و ثبات، اعتماد اور توکل علی اللہ کا ایسا نادر نمونہ دیکھا کہ باید و شاید۔

(۱۰)

شہنشاہ ایران خسرو پرویز بڑی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ والا بادشاہ تھا جب آنحضرت صلعم نے ملوک و سلاطین کو تبلیغی خطوط لکھے تو خسرو پرویز کو بھی دعوت اسلام دی۔ بجائے اس کے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرتا، اسے سنتے ہی چراغ پا ہو گیا۔ اور نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ لیکن چند روز کے بعد خود اس کی حکومت کے پرخچے اڑ گئے۔ کہنے لگا میرا غلام ہو کر مجھے ایسا لکھتا ہے اور ساتھ ہی اپنے ایک ماتحت باذان گورنر یمن کو حکم بھیجا کہ اس نبی عرب کو جلد از جلد گرفتار کر کے شاہی دربار میں حاضر کیا جائے۔ باذان نے فوراً دو آدمیوں کو مدینہ بھیجا۔ وہ بارگاہ رسالت میں پہنچے اور کسریٰ کا پیغام پہنچا کر عرض کی کہ تعمیل ضروری ہے۔ ورنہ شہنشاہ ایران جزیرہ عرب کو تاخت و تاراج کر دے گا۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ کل صبح جواب دیا جائے گا

کون جانتا ہے کہ اس ایک رات کی خلوتوں میں محمد عربی صلعم نے اپنے خالق و مالک سے کیا کیا راز و نیاز کی باتیں کیں، خدا اور بندۂ خدا میں کیا کیا سرگوشیاں ہوئیں۔ محمدی توکل کی لاج رکھنے کے لئے کارکنان قضا و قدر نے کیا کیا تیاریاں کیں۔ ملائکۃ اللہ نے کیا کیا پروگرام بنائے۔ مگر جب نور کا تڑکا پھوٹا۔ اور گورنر یمن باذان کے نمائندے آخری جواب کے لئے دربار نبوت میں باریاب ہوئے تو حضور صلعم نے فرمایا کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خدا کو ہلاک کر دیا۔ جاؤ اور باذان کو میرا یہ پیغام پہنچا دو۔

آپ کا یہ ارشاد گرامی سن کر اپنے نادر دیگانے تصویر حیرت بن گئے۔ لیکن جب دنیا کو یہ معلوم ہوا کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کے ظلم و ستم کا مداوا کرنے کے لئے اسے واقعی موت کے گھاٹ اتار دیا تو محمد عربی صلعم کے توکل علی اللہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور اسلام و بانیٔ اسلام کے بد خواہ لرزہ بر اندام ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سالہ پاکیزہ زندگی میں آپ کے توکل علی اللہ کے ایسے ایمان افروز نمونے ملتے ہیں کہ ہر مثال توکل علی اللہ کا شاہکار ہے۔ اور اس امر کا روشن اور زندہ جاوید ثبوت کہ سچا متوکل واقعی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتا ہے۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

خاکسار محمد سلیم عفی عنہ خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کلکتہ ۱۲/۱۱/۶۶

زندہ خدا کی زندہ تجلیات

(بقیہ صفحہ ۲)

اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرور روزگار

جماں تک اصحاب الصفہ کی مرکز پر مرکز سلسلہ میں محض خدا کی خاطر آ بسنے کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر آج تک ہر زمانہ میں اصحاب الصفہ کی جماعت خدا نے آپ کو دی اور پھر ان کے لئے روزی کے سامان بھی پردۂ غائب سے فرما دیئے کہ اس دور کے درویشان کو کسی وقت بھی رزق کی پریشانی پراگندہ نہیں کر سکی۔ اور خدا تعالیٰ کا وہ وعدہ جو اس نے اپنے محبوب بندہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا ہر موقعہ پر کیسا ہی ایمان افروز کیفیت کیسا بڑا پورا ہوتا دیکھا گیا اور پورا ہوتا دیکھا جا رہا ہے!!

علاوہ ازیں یہی وہ مقدس بستی ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ انہ اٰوی القریۃ یعنی اس خدا نے اس بستی کو کسی قدر تکلیف کے بعد اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ چنانچہ ایک تو حضور کے زمانہ میں طاعون کے وقت خدا تعالیٰ نے اس مقدس بستی کو نسبتاً وصاحبتاً اپنی حفاظت میں رکھا۔ دوسرے ۱۹۴۷ء کے خونیں ایام میں خدا تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کے مطابق اس کے مقدس مقامات اور ان میں ٹھہرنے والے مخلصین کی حفاظت فرمائی۔ یہ اسی غیر معمولی حفاظت کا کرشمہ تھا کہ اس نازک دور میں بھی پانچوں وقت اللہ اکبر اور کلمہ توحید کی صدا بلند ہوتی رہی اور آج اس مقدس بستی سے اسلام کی طرف دعوت دینے والے مبلغین ملک کے اکناف میں پھیلے ہوئے مصروف عمل ہیں۔ سالانہ ملک اور بیرونجات سے سینکڑوں زائرین اپنی دلی محبت اور عقیدت سے مقامات مقدسہ قادیان کی زیارت کے لئے کھنچے چلے آتے ہیں۔ جو یہاں ہر آنے والا بذات خود زندہ نشان بن جاتا ہے اس بات کا جو آج سے پون صدی پہلے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق کے الفاظ سے کیا تھا۔

الغرض آنے والے آتے ہیں اور قادیان کی مقدس بستی کے ساتھ وابستہ خدا تعالیٰ کی بے شمار تجلیات کا مشاہدہ کر کے اپنے ایمان تازہ کرتے ہیں۔ جتنے دن حضرات کو قادیان میں قیام کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ خالص للہ پروگرام اور پنجگانہ فرض نمازوں کے مسجد مبارک۔ بیت الدعا۔ مسجد اقصیٰ۔ بہشتی مقبرہ۔ الدار وغیرہ مقامات میں جا کر دعا کر کے تسکین اور دل کا سرور حاصل کرتے ہیں۔ بلاشبہ ان سب مقامات کے ساتھ مامور وقت کی مبارک یادیں وابستہ ہیں۔ اور اس کی ایک ایک اینٹ اور ایک ایک ذرہ اور کل تجلیات الٰہیہ کا مہبط و الانوار اپنے اندر رکھتی ہے جن سے مومنوں کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور ان کی روح کو تسکین ہوتی ہے۔ اس طرح جلسہ سالانہ پر قادیان کے لئے اختیار کیا گیا دور دراز کا سفر کئی قسم کی خیر و برکت کا موجب بن جاتا ہے۔

وباللہ التوفیق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید کی ایک کرامت

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ مؤلف اصحاب احمد قادیان

حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وادخلہ اللہ فی الجنۃ نے امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا کر ...... اپنے وطن میں پہنچ کر بے مثال جرأت و ہمت کا اظہار کیا اور اس فانی زندگی کی بجائے ابدی زندگی کو ترجیح دی۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ اور احقاق حق اور ابطال باطل کرتے ہوئے اپنی جان سے ہاتھ دھونے کو امر سہل سمجھا اور ابدی زندگی پائی۔ آپ کی متعدد کرامات ظاہر ہوئیں جن کا آخر میں ذکر کروں گا ایک کرامت کے متعلق تحریر محترم عبد الاحد خان صاحب کی شہادت ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی عبد الاحد خان کابلی درویش قادیان ولد مسیح محمد خان صاحب حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرا وطن موضع خواجہ جاشت ہے۔ جو شہر کابل دار الحکومت افغانستان سے جانب شمال چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میرے بڑے بھائی عبد الصمد نے جو پولیس میں وہاں ملازم تھے مجھے سنایا تھا کہ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب کو کابل میں شہید کیا گیا۔ تو ان کے مقتل پر پہلے دن ہی سرکاری طور پر پہرہ لگا دیا گیا۔ چنانچہ رات کو جس گارد کا پہرہ تھا اس میں میں بھی شامل تھا۔ رات شدید طوفان آندھی کا آیا۔ وہاں اس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی سوائے اس کے کہ ہم نے شاہ عبد اللہ [illegible] کی زیارت گاہ [illegible] سے بچاؤ کے لئے رات گزاری۔ صبح دشت قلعہ محمود خان میں جو میدان ہے۔ حاضری دینے کے لئے گیا۔ اس میدان میں روزانہ کوتوالی کی پولیس کی حاضری ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر دروازہ لاہوری کے نام سے معروف ہے کی پولیس کے سپاہیوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج رات اخوندزادہ سید عبد اللطیف صاحب خوست والوں پر کس کا پہرہ تھا۔ ہم نے کہا کہ ہمارا پہرہ تھا۔ تو لاہوری دروازہ والے سپاہیوں نے کہا کہ آج رات ہم نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ اخوندزادہ صاحب موصوف کی نعش والی جگہ سے نور کا ایک گول ستون اُٹھ کر آسمان کی طرف جاتا تھا۔ میرے برادر موصوف پر اس واقعہ کا اثر تھا۔ اور انہوں نے میرے احمدیت قبول کرنے پر میری مخالفت نہیں کی۔"

(نشان انگوٹھا)

مکرم عبد الاحد خان موصوف
بتاریخ ۱۱/۴۴

کاتب الحروف ملک صلاح الدین ایم۔اے
قادیان ۱۱/۴۴

حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے ایک کشفی منظر میں دیکھا کہ ایک درخت سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ ...... جو نہایت خوبصورت اور سرسبز تھی ہمارے باغ سے کاٹی گئی ہے اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے تو کسی نے کہا کہ اس شاخ کو اس زمین میں جو میرے مکان کے قریب ہے ...... لگا دو ...... پھر دوبارہ اُگے گی۔ اور ساتھ ہی مجھے تفہیم الٰہی ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ تخم کی طرح شہید مرحوم کا خون زمین پر پڑا ہے اور وہ بہت بارور ہو کر ہماری جماعت کو بڑھا دے گا۔" "خدا تعالیٰ نے بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کرے گا۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۵/۷۴)

حضرت مرحوم کی یہ بھی ایک کرامت ہے کہ آپ کی قربانی کے مثمر ثمرات حسنہ ہونے کی وحی الٰہی نے خبر دی تھی جو پوری ہوئی۔ بہت سے پاک نفوس اس ملک میں داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ جن میں سے کئی ایک شہید کئے گئے۔ یا ان کو زندگی بھر جان و مال کا خطرہ لاحق رہا متعدد افراد کو فی سبیل اللہ ہجرت کرنا پڑی۔ اور اب تک بھی وہاں احمدی موجود ہیں۔ گویا حضرت مرحوم کی شہادت سے اُس ملک میں جماعت کے پودے کا استیصال نہیں ہوا بلکہ سرسبز ہے بلکہ سدا بہار ہے۔

آپ کی "ایک جدید کرامت" حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تو میرا ارادہ تھا کہ قبل اس کے جو ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۰۳ء کو بمقام گورداسپور ایک مقدمہ پر جاؤں ...... یہ رسالہ تالیف کر لوں اور اس کو ساتھ لے جاؤں۔ تو ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے درد گردہ سخت پیدا ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کام ناتمام رہ گیا۔ صرف دو چار دن ہیں۔ اگر میں اسی طرح درد گردہ میں مبتلا رہا جو ایک مہلک بیماری ہے تو یہ تالیف نہیں ہو سکے گا۔ تب خدا تعالیٰ نے مجھے دعا کی طرف توجہ دلائی۔ میں نے رات کے وقت میں جبکہ تین گھنٹے کے قریب بارہ بجنے کے بعد رات گذر گئی تھی۔ اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ اب میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ سو میں نے اُسی دردناک حالت میں صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف کے تصور سے دُعا کی کہ یا الٰہی اس مرحوم کے لئے میں اس کو لکھنا چاہتا تھا۔ تو ساتھ ہی مجھے غنودگی ہوئی اور الہام ہوا سلامٌ قولاً من ربٍّ رحیم۔ یعنی سلامتی اور عافیت ہے یہ خدائے رحیم کا کلام ہے پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"

(صفحہ ۷۲، ۷۳)

حضور بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے معتقد نصف لاکھ کے قریب تھے جن میں بعض ارکان حکومت بھی تھے آپ کئی لاکھ کی جاگیر کے مالک تھے وہاں سب سے بڑے عالم شمار ہوتے تھے امیر کابل کا جنازہ پڑھانا اور نئے امیر کی دستار بندی آپ کے سپرد تھی۔ گویا جاہ و مرتبہ اور خاندان کے لحاظ سے آپ اپنے ملک میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔" (صفحہ ۴۴)

نیز فرماتے ہیں:۔

"وہ ایک شخص تھا کہ ہم سب سے پیچھے آیا اور سب سے آگے بڑھ گیا۔" نیز حضور دعاؤں کے لئے خطوط لکھنے، مرکز میں آنے اور اعلیٰ تقویٰ کا پابند ہونے اور جماعتی امور کے لئے مالی قربانی کرنے کی تلقین فرماتے ہیں (صفحہ ۴۷ تا ۴۸) نیز فرماتے ہیں:۔

"شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے۔ اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجا لاتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی ...... خدا سب کو وہ ایمان سکھا دے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا۔" (ص ۵۸)

"خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔"

(صفحہ ۷۵، ۷۶)

اللّٰہم اغفر لہم و وفقنا لما ترضیٰ۔ آمین۔

نظام خلافت اور ہمارا فرض

از جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال قادیان

انسانی معاشرہ کو چلانے کے لئے اب تک مختلف انسانی مختلف نظریات قائم کرتی چلی آرہی ہے۔ انفرادی ملوکیت کا دور دنیا کے اکثر ممالک سے ختم ہو چکا ہے۔ جمہوریت اور سرمایہ داری کا نظام مختلف صورتوں میں اشتراکیت کے ساتھ برسرپیکار ہے۔ اور یہ دو نظریات کا تصادم دنیا کے امن اور سلامتی کے لئے خطرہ کا موجب بن رہا ہے۔ محدود انسانی ذہن و فکر کے تجویز کردہ علاج اپنی خوبیوں کے باوجود ناکمل اور ناکافی ثابت ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو انسانی عقل کی نارسائیاں دنیا کی مشکلات کا حقیقی حل تلاش کرنے سے عاری ہیں اور دوسری طرف جو حل بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ وہ کسی خاص قوم طبقہ یا ملک کی ضروریات کے لئے مختص ہونے کے باعث پورے طور پر عدل و انصاف پر مبنی نہیں ہوتا۔

دنیا کے نظاموں کے مقابل پر انسانی راہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے۔ کہ وہ ہر زمانہ۔ ہر قوم اور مختلف ممالک میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا رہا ہے۔ تاکہ وہ بنی نوع انسان کو زندگی کے صحیح مقصد سے آگاہ کرکے ان کی روحانی اور اخلاقی راہنمائی کریں۔ سیانی جاعلٌ فی الارض خلیفہ کے الٰہی ارشاد کے مطابق تمام انبیاء اور رسول دنیا میں خدا تعالیٰ کی بادشاہت کے خلیفہ اور نائب بن کر آتے رہے اور پھر جب یہ پیغامبر نیکی اور تقویٰ کا بیج بو کر اس جہان سے رخصت ہوتے رہے تو ان کے بعد ان کے مشن کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ خلافت کا سلسلہ قائم کرتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جس قدر بھی انبیاء مبعوث ہوئے وہ یا تو خود زمانہ کی ضروریات کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی شریعت لاتے رہے یا کسی سابقہ تشریعی نبی کے تابع ہو کر ان کے خلیفہ اور جانشین کے طور پر الٰہی مشن کی تکمیل کا کام سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ دنیا کی ابدی اور دائمی راہنمائی کے لئے آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے۔ اور آپ پر قرآن مجید کی صورت میں کامل شریعت کا نزول ہوا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں اُمتِ مسلمہ کے ساتھ آئندہ سلسلہ خلافت کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد خلافتِ راشدہ کا زمانہ اسلام کی ترقی کا دور تھا۔ وہ کام جن کی ابتداء عہدِ رسالت میں ہوئی تھی ان کی تکمیل اور سرفرازی کا کام خلفاء راشدین کے وقت میں سرانجام پایا۔ سلسلہ خلافت اسلام میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قومی وحدت کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے۔ کوئی قوم اور کوئی جماعت اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک ایک رنگ کی اس میں وحدت نہ پائی جائے۔ مسلمانوں نے قومی لحاظ سے اس وقت تنزل کیا جبکہ ان میں خلافت نہ رہی۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مرحوم نے اپنی کتاب "مسئلہ خلافت" میں نظام خلافت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے صاف اور واضح الفاظ میں تحریر کیا ہے کہ مسلمانوں پر زوال کی اصل اور بنیادی وجہ نظام خلافت کا فقدان تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

" مسلمانوں کی قومی زندگی اور عروج اصل دور وہی تھا جب ان کی قومی و انفرادی ـــ مادی و معنوی ـــ اعتقادی و عملی زندگی پر اجتماع و ائتلاف کی رحمت طاری تھی ـــ اور ان کے تنزل و ادبار کی اصل بنیاد اس دن پڑی جب اجتماع و ائتلاف کی جگہ تشتت و انتشار کی نحوست چھانی شروع ہوئی ـــ ابتداء میں ہر مادہ مجتمع تھا۔ ہر طاقت سمٹی ہوئی تھی ـــ ہر چیز بندھی ہوئی تھی۔ لیکن بتدریج تفرقہ و انتشار کی ایسی ہوا چلی کہ ہر بندھن کھلا۔ ہر تہہ کھل پڑی اور اکٹھی طاقت الگ الگ منتشر اور تتر بتر ہو گئی ..... لوگ اسباب تنزل پر بحث کرتے اور طرح طرح کی علتیں ٹھہراتے اور طرح طرح کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و سنت اور عقلیاتِ صادقہ کے نزدیک تنزل کے تمام فسادات و نتائج صرف اسی ایک چیز کا نتیجہ ہیں۔"

موجودہ زمانہ کے متعلق آنحضرت صلعم نے خبر دی تھی کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں دوبارہ منہاج نبوت پر اسلام کی ترقی کی صورت پیدا ہوگی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اس زمانہ کی روحانی و اخلاقی راہنمائی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے اسلامی اصولوں کی روشنی میں اس زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ایک مستحکم روحانی نظام کی بنیاد ڈالی۔ جسے وصیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر رسالہ "الوصیت" میں جہاں اپنی وفات کی خبر شائع فرمائی وہاں قدرتِ ثانیہ کی آمد یعنی آئندہ خلافت حقہ کے قیام کی خوشخبری کی بھی اطلاع دی۔

۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء کا دن جماعت احمدیہ کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش کا دن تھا جبکہ حضورؑ کی وفات کے بعد جماعت پر ایک حزن و ملال کا عالم طاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نظام خلافت کے ذریعہ سے مضطرب دلوں کو سکینت و قرار عطا بخشی۔ اور جماعتی اتحاد کو قائم فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی کے زمانہ میں جب بعض اشراد نے صدر انجمن احمدیہ اور خلیفۂ وقت کے اختیارات کے متعلق غیر محتاط اور نامناسب باتوں کا اظہار کیا تو آپ نے قطعی الفاظ میں اس بات کا اظہار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو خلیفہ بناتا ہے وہ ہر لحاظ سے واجب الاطاعت امام ہوتا ہے۔ اور امور مذہبی میں اسی کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے وصال کے بعد منکرین خلافت سالہا سال تک یہ دوہراتے رہے۔ کہ آئندہ کے لئے خلافت کی ضرورت نہیں بلکہ ایک انجمن کافی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائمقام ہو کر جملہ امور کو سرانجام دے گی۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اور آپ کے مبایعین کی جماعت اس بات پر زور دیتی رہی کہ نظام خلافت کے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی کی باون سالہ خلافت کا عظیم الشان دور اس بات کا زندہ ثبوت ہے۔ کہ درحقیقت یہی وہ الٰہی نظام ہے جس کی بشارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں اپنی جماعت کو دی تھی اور آج منکرین خلافت بھی اپنی شکست کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور جماعت احمدیہ کی ترقی جو خلافت ثانیہ کے دور میں ہوئی ہے وہ کسی وضاحت کی محتاج نہیں

جس الٰہی نظام خلافت کو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس نظام کا مرکزی نقطہ روحانی ترقی اور اعلیٰ مقصد (نصب العین) کے حصول کے لئے جدوجہد ہے جس میں بارہ سیاسی اور معاشی مساوات روحانی مساوات کے تابع ہو جاتی ہیں ـــ

ـــ اس کی بنیادیں عدل و انصاف اور محبت اور رحم پر ہے ـــ اس میں نہ ہی ذاتی ملکیت کے حقوق کی مخالفت کرکے انفرادی جدوجہد کا راستہ کو بند کیا گیا ہے اور نہ ہی دولت کے حصول کو اتنی آزادی دی گئی ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے ـــ اور عوام الناس اپنی ضروریات زندگی سے محروم رہیں۔ نظام خلافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہی بشارت وہی ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے بعد اس کا وجود عارضی طور پر کسی معین عرصہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام عمر کے لئے واجب الاطاعت امام ہے۔ پس ایک طرف تو اسلام نے اس مرکزی وجود کا ہاتھ مضبوط کرکے عوام الناس کے طبعی انتشار کو دور فرمایا جو خالص جمہوریت کے طریق کار سے پیدا ہونا لازمی تھا۔ اور دوسری طرف لاخلافتہ الا بالمشورۃ کہہ کر جمہور کی آواز اور مشورہ کو نظام خلافت کا لازمی جزو قرار دیا اور اسلامی خلیفہ کو قرآن مجید کے کامل قانون کا تابع بنایا۔

عقل انسانی کے تجویز کردہ مادی نظاموں میں خواہ کوئی ڈکٹیٹر ہو۔ یا جمہوری صدر اس کی اپنی پوزیشن اتنی مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتی کہ وہ اپنے ذاتی مفاد یا انفرادی خوف کے اثرات سے بالا رہ کر پورے طور پر عدل و انصاف سے فیصلہ کر سکے جیسے اسلامی نظام خلافت کی پوزیشن دنیا کے تمام دیگر نظاموں سے ارفع و اعلیٰ ہے

موجودہ زمانہ برکاتِ خلافت کا خاص زمانہ ہے۔ حضرت مسیح موعود و خلیفۃ المسیح الثانی رضی کی زیر قیادت جو الٰہی تائیدات نصف صدی سے زائد عرصہ ہمارے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ ان کی موجودگی میں ہمیں نظام خلافت کی فوقیت اور اس کی اہمیت کے متعلق منطقی اور عقلی دلیلیں تلاش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ حضور رضی کا دورِ خلافت ایک چمکتے ہوئے سورج کی مانند تھا جس کی روشنی اور

نیز شاہدوں کی احمدیت تسلیم کروانے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

اب خلافت ثالثہ کا بابرکت دور شروع ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے علوم قرآنی کو سیکھنے اور پھیلانے کی طرف خاص توجہ دلائی ہے۔ حضور جماعت کے ہر چھوٹے بڑے احمدی سے یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ آپ کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والا بنے گا۔ نیز حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ کے کاموں کو جاری رکھنے ترقی اور وسعت کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے حضور نے "فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ" کے نام سے ایک نئی مالی تحریک کا آغاز فرمایا ہے۔ اور مخلصین جماعت کو قربانی میں اپنا قدم آگے بڑھانے کے لئے ایک خاص موقعہ بہم پہنچایا ہے۔ یہ ہر دو تحریکات نہایت بابرکت اور جماعتی ترقی کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہندوستان کے جملہ مخلصین جماعت کو ان تحریکات میں شامل ہونے اور زیادہ سے ایثار اور رضائے ربانی کا نمونہ پیش کرکے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

آج جماعت احمدیہ ایک ابتدائی بیج کی حیثیت سے نکل کر ایک مضبوط درخت کی صورت اختیار کر چکی ہے اور یہ ترقی نظام خلافت کی برکات کا نتیجہ ہے۔ آج اس مادی اور ذہنی کشمکش کے دور میں تمام دنیا کی نگاہیں ہماری طرف لگی ہوئی ہیں کہ روحانی طور پر مردہ دنیا میں زندگی کی روح پھونکنے اور اسلام اور احمدیت کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا عظیم الشان کام ہمارے سپرد ہے۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھیں اور خلافت حقہ کی صحیح قدردانی اور اطاعت کرتے ہوئے اپنے وعدہ بیعت کی عملی تکمیل کرکے تمام دنیا میں روحانی انقلاب کے دن کو قریب سے قریب تر لانے والے بنیں۔ اور اپنے ہر عمل سے یہ ثابت کرنے والے ہوں کہ ہم درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کی نعمت کی قدر کرنے والا بنائے اور ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ مقبول خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تحریک جدید ـــــ دائمی حصول ثواب کا ذریعہ

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے نائب وکیل المال تحریک جدید۔ قادیان

مومنوں کے قلوب متمنی رہتے ہیں کہ انہیں زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی ثواب ملتا رہے بلکہ بڑھتا رہے۔ جماعت احمدیہ کی خوش قسمتی ہے کہ اسے یہ موقعہ تحریک جدید کے ذریعہ حاصل ہوا۔ تحریک جدید سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ قائم شدہ ایک الہامی تحریک ہے۔ جس سے ہر چہار دانگ عالم میں تبلیغ کے جال بچھائے گئے متعدد زبانوں میں تراجم ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ مبلغوں کی افواج تیار ہوئیں اور مزید تیار کی جا رہی ہیں۔ اور وہ قومیں جو صدہا سال سے مردہ تھیں ناگاہ ان میں نفخ روح ہوا اور وہ حیات ابدی پانے لگیں۔ مخصوصًا مغربی افریقہ اور مغربی ممالک میں اسلام نے دجالی طاقتوں کو بنیادوں سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اور وہ خود تسلیم کرنے لگے ہیں کہ اسلام جماعت احمدیہ کے ذریعہ روز بروز قوت پکڑ رہا ہے اور کثیر تعداد میں نفوس اس کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں۔ یقیناً آپ چاہتے ہوں گے کہ آپ اپنی زندگیوں میں شجر اسلام کو بڑھتا پھلتا پھولتا اور سرسبز و شاداب ہوتا اور اس کے گھنے سایہ تلے فوج در فوج لوگوں کو پناہ لیتا دیکھیں۔ اس کا یقینی ذریعہ یہی ہے کہ آپ دعاؤں اور دیگر قربانیوں کے علاوہ تحریک جدید کے چندوں میں سابقت کی روح پیدا کریں اپنے آپ میں۔ اپنے خاندانوں میں۔ اپنے اقارب میں اور اپنے رفقاء اور جماعتوں میں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضور پُرنور نے فرمایا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے وہ میری اس تحریک پر آگے آجائے گا۔ اور وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے منادی کی آواز پر کان نہیں دھرے گا۔ اس کا ایمان کھویا جائے گا"

"اگر تم نے احمدیت کو دیانتداری سے قبول کیا ہے۔ تو اے مردو! اور اے عورتو! تمہارا فرض ہے کہ تحریک جدید کے اغراض و مقاصد میں میرے ساتھ تعاون کرو۔ زمین و آسمان کا خدا گواہ ہے۔ کہ یہ کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اپنے نفس کے لئے نہیں کہہ رہا۔ خدا تعالیٰ اور اسلام کے لئے کہہ رہا ہوں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کہہ رہا ہوں۔ تم آگے بڑھو اور اپنا تن۔ اپنا من اور اپنا دھن خدا اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کر دو۔"

"ان اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اس قسم کی تحریک صدیوں میں کوئی ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور ایک یادگار زمانہ رہا ہے۔ جس کی تمام انبیاء اور المرسلین نے حضرت نوح سے لے کر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک خبر دی ہے۔ اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ آپ کے کام کو مضبوط کرنے اور اشاعت احمدیت کی غرض سے کوشش کرنے میں جو شخص حصہ لیتا ہے۔ خدا اپنے آپ کو اس تاریخی دور میں شامل کرتا ہے۔ وجو قیامت کے دن بہت سی جماعتوں پر ہو نظر آ رہی ہیں۔ ہماری جماعت کو زیادہ اہمیت دینے اور زیادہ عزت کا مستحق بنانے والا ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس تحریک میں حصہ لے اور احمدیت کی جڑوں کو مضبوط کر دے۔"

"رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پکار رہے ہیں کہ اسے مرد اور! آؤ اس عمارت کی تکمیل کرو۔ مگر ہم میں سے بہت لوگ ایسے ہیں کہ بھاگے پھرتے ہیں۔ اور قربانیوں سے گریز کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سامنے خوشی کے ساتھ کھڑا ہونے کا موقعہ نہیں ملے گا۔ جو لوگ خوشی کے ساتھ قربانیاں کریں گے اور خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر دیں گے۔ وہ اسلام کی آخری تعمیر میں حصہ لینے والے اور اسلام کے معمار ہوں گے اور وہی لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعتوں میں سمجھے جائیں گے اور انہیں کے جہاں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔"

احباب کرام پر فرض ہے کہ وہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان ارشادات پر پوری سرگرمی سے عمل پیرا ہوں۔ اور اپنے دامن برکات سے بھر لیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس تحریک کے سال نو کا آغاز کرتے ہوئے اسی امر کی طرف توجہ دلائی ہے اور براہ راست سننے والوں نے والہانہ انداز میں وعدے پیش کرکے فدائیت اور اخلاص و ایمان کا مظاہرہ کیا۔ آپ ان سے پہلے کبھی نہ کبھی حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"یہ تحریک اتنی اہم تھی کہ اگر ایک مرتے ہوئے آدمی کے کانوں میں پہنچ جاتی۔ تو اس کی رگوں میں خون دوڑنے لگتا۔ اور وہ سمجھتا کہ میرے مرنے سے پہلے ایک [illegible]

اسلام کی نشأۃ ثانیہ — وقت کی آواز

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حیدرآباد

"اسلامی نشأۃ ثانیہ" کے زیر عنوان حیدرآباد سے نکلنے والے کثیر الاشاعت مسلم روزنامہ "رہنمائے دکن" کی مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت جناب سید قطب صاحب کا ایک مضمون جس کا ترجمہ جناب سید حامد عبدالرحمٰن صاحب نے کیا ہے شائع ہوا ہے۔ موصوف کو مصر میں حال ہی میں ناصر حکومت کے خلاف سازش کرنے کے الزام میں پھانسی کی سزا دی گئی تھی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے جس کا اظہار انجمن نشأۃ ثانیہ، ادارہ نشأۃ ثانیہ، انجمن نشأۃ ثانیہ وغیرہ تنظیموں کے ناموں اور مسلم رہنماؤں کے مذکورہ بالا طرز کے مضمونوں کے ذریعہ زبانِ حال و قال سے کیا جا رہا ہے

آخر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسلام کی اس نشأۃ ثانیہ کا مطلب کیا ہے؟ کیا اسلام کی حالت واقعی ایسی ہو گئی ہے جس کے لئے ایک نشأۃ ثانیہ کی ضرورت ہے؟ اور یہ نشأۃ ثانیہ کس طرح ہو سکتی ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی نشأۃ اولیٰ بانی اسلام حضرت خاتم المرسلین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی تھی۔ اس نشأۃ اولیٰ کے بعد اس زمانہ میں جبکہ چودہ سو سال کا عرصہ گذر رہا ہے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی آواز ہر ہر طرف سے بلند ہو رہی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی ضرورت پہلے زمانوں کی نسبت اس وقت بہت زیادہ ہے۔ جناب سید قطب صاحب کا مذکورہ مضمون بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

"اس بات کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے کہ اس امت کی تعمیر نو کی جائے بلکہ وہ اس کردار کو ادا کر سکے جس سے اس سے توقع کی جاتی ہے۔ اور اس بات کو تسلیم کرنے سے بھی مفر نہیں ہے کہ اس امت کی نشأۃ ثانیہ کی جائے جس کو باطل تصورات باطل قوانین اور باطل نظم نے جس کا نہ تو اسلام سے اور نہ اسلامی طرزِ زندگی سے کوئی تعلق ہے مسخ کر دیا ہے۔ خواہ وہ اس بات کا دعوے ہی کرتی رہے کہ وہ اس سرزمین پر اب تک قائم اور قابض ہے جس کو عالمِ اسلامی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے .... اُمتِ مسلمہ ایک مدت سے اپنا "وجود" اور "شہود" کھو چکی ہے ....

... پس اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی کوشش ہی وہ پہلا قدم ہے جس کو ہرگز ہرگز ترک نہیں کیا جا سکتا" (رہنمائے دکن)

غرض کہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ دُنیا میں اُمتِ مسلمہ کا وجود برائے نام ہو کر رہ گیا ہے۔ نہ اس میں روحانی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں اور نہ اس کے وجود میں سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود نظر آتا ہے۔

اس بات کا احساس کہ اُمتِ مسلمہ اُمتِ مرحومہ ہو کر رہ گئی ہے اس صدی کی ابتداء سے ہی پایا جاتا ہے۔ اور اس میں از سرِ نو روح پھونکنے اور اس کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کوشش بھی کی جاتی رہی۔ کبھی صاحب رائے نے مسلمانوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان مغربیت اور مغربی تہذیب کو اپنا لے اور جب وہ مغربی اقوام کے دوش بدوش کھڑے ہونے کے قابل بن جائے گا تو اس کی نشأۃ ثانیہ ہو جائے گی۔ چنانچہ اس غرض کی خاطر بڑی بڑی انجمنیں قائم کی گئیں تحریکیں چلائی گئیں اور ایک یونیورسٹی کا قیام بھی عمل میں لایا گیا لیکن مسلمان کچھ ترقی کرنے کی بجائے نیچے ہی نیچے گرتے چلے گئے۔

نتیجۃً ایک نئی قیادت کی تلاش شروع ہوئی۔ چنانچہ سید قطب صاحب لکھتے ہیں اس کے بعد اس بات کو تسلیم کرنے سے مفر نہیں ہے کہ انسانیت ایک نئی قیادت کی محتاج ہے۔ مغرب اور اس کے افراد کی قیادت تقریباً زوال کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس لئے نہیں کہ مغربی تہذیب مادی یا اقتصادی یا فوجی اعتبار سے مفلس ہو گئی ہے بلکہ مغربی نظامِ حیات کا دور اس اعتبار سے ختم ہو گیا ہے کہ اس کے پاس انسانیت کی خدمت پیش کرنے کے لئے وہ نظریات موجود نہیں ہیں جو اس کو انسانیت کی قیادت کا مستحق بہم پہنچا سکتے ہیں .... اسی طرح "وطنیت" اور قومیت کے نظریات بھی اپنا اپنا "دور" ادا کر چکے ہیں۔ جو سولہویں اور انیسویں صدی کے درمیان ایک عام مقبولیت حاصل کر چکے تھے۔ اور جن کی بنیاد پر محدود علاقائی معاشرے وجود میں آئے تھے۔ اور یہ سب کے سب اپنے افلاس کا اعلان کر چکے ہیں

اس موقعہ پر مضمون نگار یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کی گئی خود ساختہ تمام کوششیں اور تحریکات ناکام ہو کر رہ گئی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

"اس طرح سارے انفرادی اور اجتماعی نظام بالآخر ناکام ہو چکے ہیں"

اس واضح اعتراف کے بعد فرماتے ہیں کہ

"اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی کوشش ہی وہ پہلا قدم ہے جس کو ہرگز ہرگز ترک نہیں کیا جا سکتا"

لیکن سوال یہ ہے کہ صحیح معنوں میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر ہمارا یہ ایمان ہے۔ اور یقیناً ہے کہ ہم ایک ایسے سچے مذہب کے پیرو ہیں جس کی تعلیمات قیامت تک بلا لحاظ زمان و مکان جملہ اقوام کے لئے قابلِ عمل ہیں تو یقیناً ہمیں اپنے مسائل کا حل خدا کے پاک کلام اور حضرت محمد صادق صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال زریں میں ضرور ملے گا۔ صرف چشمِ بصیرت کی ضرورت ہے۔

چنانچہ جہاں اسلام کی نشأۃ اولیٰ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ هو الذى بعث فى الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة یعنی خدا تعالیٰ ہی وہ ذات بابرکت ہے جس نے اُمیین میں ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو لوگوں کو خدا کا کلام سناتا تھا اور ان کا تزکیہ نفوس فرمایا کرتا تھا اور ان کو خدا کی کتاب اور اس کی حکمتیں سکھایا کرتا تھا وہاں نشأۃ ثانیہ کے متعلق بھی ارشاد فرماتا ہے کہ

وآخرین منهم لما یلحقوا بهم ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں یعنی ایک دوسری جماعت بھی ظہور پذیر ہوگی جس کی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بروز ظلی کامل کے ذریعہ تربیت فرمائیں گے۔ مگر یہ جماعت ابھی تک دنیا میں ظاہر ہو کر صحابہ کی جماعت میں ملی نہیں۔ (سورۃ جمعہ)

بخاری شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب سورۃ جمعہ کی یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آخرین منهم کون ہیں تو آپ نے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل او رجال من فارس (بخاری کتاب التفسیر) یعنی اگر ایک وقت ایمان ثریا تک بھی اُڑ گیا تو اہل فارس کی نسل سے ایک یا ایک سے زائد لوگ اُسے واپس لے آئیں گے۔

اس حدیث میں اشارہ تھا کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ یا اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا ظہور اس رنگ میں ہوگا کہ آپ کا بروز اور ظلِ کامل فارسی النسل میں سے ہوگا۔ اور اس کا زمانہ مسلمانوں سے ایمان کے اُٹھ جانے کا ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ دوبارہ دُنیا میں ایمان واپس آ جائے گا۔

قرآن کریم اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں کے مطابق عین مقررہ وقت پر خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے اور وہ بھی نسلی اعتبار سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قوم میں سے آپ ہی کے بروز کامل کے طور پر مسیح موعود و مہدی معہود بنا کر مبعوث فرمایا۔

آپ نے آکر تمام دُنیا کو یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور انہیں ایک مرکزی نقطہ پر جمع کرنے کے لئے میں امام الزمان مقرر کر کے بھیجا گیا ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے اس منصب پر فائز فرمایا ہے۔

آپ نے اسلام کو تمام عالم پر غالب کر

عملاً یہ ثابت فرمایا کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہو چکا ہے۔ آپ کی آواز پر جن سعید روحوں نے صدقِ دل سے لبیک کہا اور آپ کی سچی اتباع کی انہیں خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی اور اس کی نشأۃ ثانیہ کے لئے ہراول دستہ کے طور پر چن لیا۔ ان میں ایسی عظیم الشان تبدیلی آگئی کہ وہ اپنی جانیں اموال عزتیں اور اولادیں اپنے اسلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نقشِ قدم پر گامزن ہوتے ہوئے خدا تعالیٰ کے راستے میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے تھوڑے عرصہ میں دنیا کے کناروں تک اسلام کا پیغام پہنچا دیا۔ اور یورپ کے صنم کدے افریقہ کے تپتے صحراؤں اور امریکہ کے ترقی یافتہ علاقوں اور دنیا کے دیگر ممالک میں یہ الٰہی پیغام پہنچ رہا ہے۔

چنانچہ جناب سید قطب صاحب نے اپنے مضمون میں ایک اسی قسم کی جماعت کے قیام کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ

"اس کے لئے یہ بات بڑی
زبردست اہمیت کا حامل ہے
کہ ابتداء میں کچھ لوگ ہراول دستہ
کی حیثیت سے اس کا عزم کریں
اور اس راستہ پر عملاً چلیں اور
اس جاہلیت کے خلاف
جنگ کریں جو زمین پر
پوری طرح چھائی ہوئی ہے"

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک جماعت یا اس کی تنظیم اور مرکزیت اس صورت میں ہی قائم ہو سکتی ہے جبکہ اس کے اندر ایک قابلِ اطاعت روحانی رہنما موجود ہو۔ جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یدُ اللّٰہِ علی الجماعۃ اور ظاہر ہے کہ امام کے بغیر کوئی جماعت قائم نہیں ہو سکتی جس کے ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ پر اس کے افراد اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں گویا کہ مسلمانوں کے اندر تنظیم اور مرکزیت اسی صورت میں ہی پیدا ہو سکتی ہے جبکہ ان کے اندر ایک جلیل القدر نبی قابلِ اطاعت روحانی رہنما موجود ہو جس کے گرد تمام جماعت کے افراد متحد و منظم اور منسلک ہوں۔

مگر تمام مسلمانوں کے اندر ان کے تمام فرقوں میں ایک ایسے ہی قابلِ اطاعت امام یا روحانی رہنما کو ڈھونڈتے ہیں تو ہمیں نظر نہیں آرہا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے فرقوں میں سے کوئی ایک بھی جس کے متبعین دنیا کی مختلف آبادیوں میں بستے ہوں یہ کہنے کی جرأت نہیں رکھتا کہ ہمارا روحانی پیشوا اور امام ہے جس کی ہر آواز پر مر مٹنے کے لئے ہم تیار ہیں۔

لیکن اس کے برعکس دنیا میں ایک ہی جماعت ایسی ہے جو کہ یدُ اللّٰہِ علی الجماعۃ کہلانے کی مستحق ہے اور جس کا ایک قابلِ اطاعت امام اور ایک مرکز اور ایک تنظیم و مستحکم نظامِ عمل ہے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت احمدیہ ہے۔

یہ جماعت جس کے افراد خواہ دنیا کے کسی کونے میں آباد ہوں اپنے امام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے جانشین کے ایک ادنیٰ سے اشارہ پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کے لئے تیار ہیں جماعت احمدیہ کی پچھلی پون صدی کی تاریخ اس حقیقت کی آئینہ دار ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو
میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے
لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی
گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کیلئے
کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے
لئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں
سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ
پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں۔ میں انہیں جلتے ہوئے
تنوروں میں کود جانے کا حکم
دوں تو وہ جلتے ہوئے تنوروں
میں کود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی
حرام نہ ہوتی اگر خودکشی اسلام میں
ناجائز نہ ہوتی تو میں اس وقت
تمہیں نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت
کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ
میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا
حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی
وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر
مر جاتے۔" (الفضل ۱۵ فروری
۱۹۵۷ء)

اپنے امام کے حکم پر مر مٹنے کی یہی روح اور جذبہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت میں پیدا کیا ہے ورنہ دنیا میں کوئی بھی رہنما اپنے متبعین کے متعلق بھری مجلس میں اس وثوق کے ساتھ ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا

الغرض اسلام کی نشأۃ ثانیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے ذریعہ شروع ہو چکی ہے اور مغربی اقوام اس تحریک کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہو رہی ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں اس تحریک کے ساتھ وابستہ افراد مغربی تہذیب و تمدن کو خیرباد کہتے ہوئے دل و جان سے اسلام پر فدا ہو رہے ہیں۔
یہی طریقہ خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے ازل سے ہی مقرر فرمایا ہے

اس کے برخلاف اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد رائج الوقت حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے اور اس کا تختہ اُلٹانے کی سازش کرنے اور اس طرح اپنے تصورات و تخیلات کی پیدا کردہ "حکومتِ الٰہیہ" کے قائم کرنے میں ہے۔ جیسا کہ مضمون نگار کے طویل مضمون کے بعض فقرات سے مترشح ہوتے ہیں اور اسی تصورات و تخیلات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش میں مضمون نگار کو تختہ دار پر اپنی جان دینی پڑی۔ اور ان پر "غلط یا صحیح تشدد اور مسلح قوت کے ذریعہ حکومت کا تختہ اُلٹنے کا الزام تھا۔ چنانچہ قاہرہ کے روزنامہ الاہرام میں ان کے مقدمہ کی جو روئیداد چھپی ہے اس میں تحریر ہے

"عدالت میں سید قطب
مرحوم و مغفور کے سامنے
ان کے وہ بیانات
دہرائے گئے جن میں
انہوں نے موجودہ نظام کو
سرتاسر جاہل قرار دیا
ہے اور اسے بیخ و بن سے
اکھاڑ پھینکنے کو ہی اس
دور میں اسلام کا صحیح
منصب و مقصد بتایا
ہے"
(مجلہ الرحیم اور الفرقان
اکتوبر ۱۹۶۶ء)

اس سے ظاہر ہے کہ مضمون نگار نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کس قسم کا منصوبہ اور طریقہ ایجاد کیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس طریقہ کا اسلام کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر اس طریق کو اپنایا جاتے تو اسلام کی نشأۃ ثانیہ صرف ایک موہوم سا خیال بن کر رہ جاتی۔

اور اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ ہی صحیح معنوں میں دنیا کے سامنے عملی رنگ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ پیش کرتی ہے جس میں اُسے دن دوگنی رات چوگنی ترقی حاصل ہو رہی ہے اس طرح وقت کی اس آواز کا صحیح جواب جماعت احمدیہ ہی عملاً دے رہی ہے!

اور وہ وقت قریب ہے کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب باقی رہے گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

بقیہ فہرست لٹریچر (بقیہ صفحہ ۱۳)

نمبر شمار	نام کتاب	تعداد کتب
۱۱۴	انقلاب حقیقی اردو	۴
۱۱۵	نظام نو "	۹
۱۱۶	سیر روحانی "	۴
۱۱۷	سلسلہ احمدیہ "	۶
۱۱۸	سیرت ام المومنین "	۵
۱۱۹	اسلام کا اقتصادی نظام اردو	۷
۱۲۰	الخطاب الجلیل عربی	۷
۱۲۱	صیانت لبنا پوری	۹
۱۲۲	ایک نہایت جامع و عالمانہ تفسیر اردو	۱۰۰۰
۱۲۳	حضرت امیر المومنین کا ضروری پیغام	۵۰۰
۱۲۴	قرآن مجید کا پہلا پارہ تفسیری انگریزی	۴
۱۲۵	الفضل جوبلی نمبر	۵
۱۲۶	ماہنامہ مصباح اردو	۴
۱۲۷	میری والدہ اردو	۶
۱۲۸	لائف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد از دوست محمد	
۱۲۹	اسلام میں آفات کا آنا اردو	۷
۱۳۰	مولانا مودودی پر صدر انجمن احمدیہ کا تبصرہ	۷
۱۳۱	متفرق کتب	۱۰۰
	کل میزان	۱۰۰

مکرم حاجی فضل احمد صاحب کپورتھلوی درویش قادیان وفات پاگئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

قادیان ۲۷ نومبر کل بوقت عشاء مکرم حاجی فضل احمد صاحب کپورتھلوی درویش قادیان بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج ایک بجے دوپہر جنازہ گاہ میں مرحوم حاجی صاحب کی نماز جنازہ محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے پڑھائی جس میں درویشان قادیان کثیر تعداد میں شریک ہوئے اور موصی ہونے کی وجہ سے آپ کو مقبرہ بہشتی میں سپرد خاک کیا گیا۔

مرحوم حاجی صاحب بڑے دعاگو بزرگ تھے تبلیغ حق کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا پنجابی شلوک از بر تھے اور تبلیغ کا کوئی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اخبار جو رسالہ اور اردو کا سلسلہ کا لٹریچر اور مرکزی اخبارات اپنے خرچ پر وقت خوب پڑھا کرتے تھے۔ آخری عمر تک دینی مسائل اور تبلیغی باتیں بیان کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے پسماندگان کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق

بزرگانِ اُمت کی شہادتیں

ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل انچارج مدرسہ مسلم مشن دہلی

سیدنا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی روشنی میں اور مسلمانوں کی روز بروز گرتی ہوئی حالت نیز زمانے کے حالات کے پیش نظر اکثر اہل فہم حضرات کو یقین تھا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور تیرھویں صدی کے آخر یا چودھویں صدی کے شروع میں ہوگا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے کہ جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں حضرت مسیح و امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔

زمانے کے حالات یہ تھے کہ تیرھویں صدی میں مسلمان تنزل میں جا چکے تھے اور مذہبی لحاظ سے دنیا تاریک ہو چکی تھی آسمان روحانی کا سورج گناہوں کے ظلمات میں پوشیدہ ہو گیا تھا اور لوگ حد درجہ حیران تھے کہ کدھر جائیں اور کیا کریں جب عالم انسانیت کی فضائے روحانی میں تیرھویں صدی کے آخر میں انقلاب عظیم پیدا ہوا اور قادیان کی مقدس سرزمین میں وہ خدا جلوہ گر ہوا جو سینا کی چوٹیوں پر نمودار ہوا تھا۔ اس بزرگ و برتر خدا نے اپنے ایک مقبول بندے کو وحی و الہام کے ساتھ اس تاریک دنیا کو منور کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔ اور دنیا کی اصلاح کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود بنا کر بھیجا اور اپنے پیارے مسیحؑ سے اس طرح ہم کلام ہوا۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

افسوس کہ ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون کی سنت کے مطابق وہی لوگ جو مسیح و مہدی کی آمد کے منتظر تھے اس کے منکر ہو گئے اور نہ صرف منکر ہوئے بلکہ اشد معاندین میں سے بن گئے۔ اور آپ کو اذیتیں پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

لیکن مخالفین کی سنت پر عمل کرتے ہوئے عوام اور علماء ظواہر نے آپ کی مخالفت کی وہاں خدا سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں ایسے بزرگ بھی تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور سیدنا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے خبر پا کر آپ کی تصدیق فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تذکرۃ الشہادتین میں تحریر فرمایا ہے کہ شاید دس ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے میری تصدیق فرمائی۔

میں اس مضمون میں ان چند بزرگ ہستیوں کا تذکرہ کرتا ہوں جو صاحب رویا و کشوف تھے اور بذریعہ رویا و کشوف اللہ تعالیٰ سے اور سیدنا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔

اول۔ حضرت مولانا مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی شہادت۔

حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی جو اپنے زمانہ کے صاحب رویا و کشوف بزرگ تھے انہوں نے اپنی وفات سے قبل اپنے کشف کی بنا پر یہ پیشگوئی کی تھی کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا مگر افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اس شہادت کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے:۔

"مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم جو اس عاجز کے زمانہ ظہور سے پہلے گذر چکے ہیں۔ ان کے متعلق یہ بات ہے کہ آج کی تاریخ ۷ / جون ۱۸۹۱ء سے عرصہ چار ماہ کا گذرا ہے کہ حافظ محمد یوسف صاحب جو ایک مرد صالح بے ریا متقی اور متبع سنت اور اول درجہ کے رفیق اور مخلص مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے ہیں وہ قادیان میں اس عاجز کے پاس آئے اور باتوں کے سلسلہ میں بیان کیا کہ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنے کشف سے ایک پیشگوئی کی تھی کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا مگر افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔"
(ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۶ بار پنجم)

دوم۔ گلاب شاہ صاحب جمال پوری کی شہادت

گلاب شاہ صاحب جمال پوری جو ایک سالک۔ زاہد اور عابد تھے انہوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ عیسیٰ جوان ہو گیا ہے اور وہ قادیان میں ہے۔ ان کی تفصیلی شہادت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب ازالہ اوہام میں اس طرح درج فرمایا ہے۔

"کریم بخش صاحب ولد غلام رسول صاحب جو اہلحدیث تھے انہوں نے یہ بیان کیا کہ ۱۹۱۷ (بکرمی) جبکہ سن سترہ کا مشہور قحط پڑا تھا ایک بزرگ گلاب شاہ نام جس نے مجھے توحید کا راہ دکھلایا اور جو بباعث اپنے کمالات فقر کے بہت مشہور ہو گیا اور دراصل باشندہ ضلع لاہور کا تھا ہمارے گاؤں جمال پور ضلع لدھیانہ میں آرہا تھا اور ابتدا میں ایک متقی سالک اور زاہد اور عابد تھا اور اسرار توحید اس کے منہ سے نکلتے تھے لیکن آخر اس پر ایک ربودگی اور بے ہوشی طاری ہو کر مجذوب ہو گیا اور بعض اوقات قبل از ظہور بعض غیب کی باتیں اس کی زبان پر جاری ہوتیں اور جس طرح وہ بیان کرتا اسی طرح پوری ہو جاتیں چنانچہ ایک دفعہ اس نے سمت سترہ کے قحط سے پہلے ایک قحط شدید کے آنے کی پیشگوئی کی تھی اور پیش از وقوع مجھے بھی خبر دی تھی سو تھوڑے دنوں کے بعد سترہ کا قحط پڑ گیا تھا.... ..... اس بزرگ نے ایک دفعہ جب بات کو عرصہ تیس سال کا گذرا ہوگا مجھ کو کہا کہ عیسیٰ اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا اور قرآن کی رو سے فیصلہ کرے گا۔ تب میں نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کیا قرآن میں بھی غلطیاں ہیں قرآن تو اللہ کا کلام ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں ہو گئیں اور شاعری زبان پھیل گئی (یعنی مبالغہ پر مبالغہ کر کے حقیقتوں کو چھپایا گیا ہے جیسے شاعر مبالغات پر زور دے کر اصل حقیقت کو چھپا دیتا ہے) پھر کہا جب وہ عیسیٰ آئے گا تو فیصلہ قرآن سے کرے گا۔ پھر آپ نے بات کو دہرا کر یہ بھی کہا کہ فیصلہ قرآن پر کرے گا اور مولوی انکار کر جائیں گے اور پھر یہ بھی کہا کہ انکار کریں گے اور جب وہ عیسیٰ لدھیانہ میں آئے گا تو قحط پڑے گا۔ پھر میں نے پوچھا کہ عیسیٰ اب کہاں ہے تو انہوں نے جواب دیا۔ بیچ قادیان کے یعنی قادیان میں۔ تب میں نے کہا کہ قادیان تو لدھیانہ سے تین کوس ہے وہاں عیسیٰ کہاں ہے اس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ ضلع گورداسپور میں بھی کوئی گاؤں ہے جس کا نام قادیان ہے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور کعبہ پر اُتریں گے تب انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ تو مر گیا ہے۔ ہم بادشاہ ہیں جھوٹ نہیں بولیں گے اور کہا جو آسمان والے صاحب ہیں وہ کسی کے پاس چل کر نہیں آیا کرتے۔
المشتہر میاں کریم بخش بمقام لدھیانہ ۱۴ / جون ۱۸۹۱ء"
(ازالہ اوہام بار پنجم صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۸)

سوئم۔ پیر صاحب العلم سندھی جن کے ایک لاکھ مرید تھے اور اپنے نواح میں مشہور بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے رویا اور کشوف کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔ یہ تصدیق نہایت ہی ایمان افزا ہے۔ اس لئے اس کی تفصیل یہاں درج کی جاتی ہے

سیٹھ اسماعیل آدم صاحب جو بمبئی میں تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ سندھ کے مذکورہ بزرگ پیر صاحب العلم کے مرید اور عقیدت مند تھے۔ ۱۸۹۸ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت اور آپ پر کفر کے فتووں کی بھرمار دیکھ کر اپنے بزرگ سندھی

صاحب کو ایک خط بزبان فارسی تحریر کیا جس میں لکھا کہ :-

" ہم لوگ دنیا دار ہیں اور روحانی آنکھوں سے اندھے ہیں اور آپ آنکھوں والے انسانوں کے پیشوا اور راہنما ہیں صاحب بصیرت ہیں۔ لہٰذا آپ حلفاً جواب دیں کہ میرزا غلام احمد قادیانی مدعی مہدویت و مسیحیت اپنے دعویٰ میں صادق ہیں یا کاذب۔ اگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ سچے ہوتے اور ہم ہدایت سے محروم ہو گئے۔ تو آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کے ذمہ دار ہیں اور اگر وہ جھوٹے ہیں اور ہم نے نادانی سے ان کو مان لیا تو ہماری گمراہی کا وبال آپ کے سر پر ہے "۔

اس سوال کا جواب حضرت پیر صاحب العلم نے جو لکھا وہ بھی درج ذیل ہے :-

شہادت اول - ہمارے سلسلہ کا دستور ہے کہ بعد نماز مغرب و عشاء ہم اپنے مریدوں کے ساتھ حلقہ کر کے ذکر الٰہی کیا کرتے ہیں۔ ایک روز حلقہ میں بحالتِ کشف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہم نے دیکھا تو ہم نے آپ سے سوال کیا کہ یا حضرت یہ شخص مرزا غلام کون ہے تو آپ نے جواب دیا۔ " از ما است " یعنی مرزا غلام احمد تو ہماری طرف سے ہے۔

شہادت دوئم ہمارے خاندان کا طریق ہے کہ بعد از نماز عشاء ہم کسی سے کلام نہیں کرتے اور سو جاتے ہیں۔ یہی سنت رسولی ہے۔ ایک دن خواب میں ہم نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تو ہم نے سوال کیا کہ حضور مولویوں نے اس شخص (حضرت مرزا غلام احمد) پر کفر کے فتوے لگا دیئے ہیں اور جھٹلا تے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

" در عشق ما دیوانہ شدہ است " یعنی مرزا غلام احمد تو ہمارے عشق اور محبت میں دیوانہ ہے۔

شہادت سوئم - ہمارا سلسلہ اور خاندان تہجد گذار ہے اس لئے ہم روزانہ رات کو تین بجے کے بعد اٹھتے ہیں اور بعد نماز تہجد کروٹ پر لیٹے رہتے ہیں۔ اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہی سنت رسول صلعم ہے ایک دن اسی کروٹ لینے کی حالت میں کچھ غنودگی طاری ہوگئی اور آنحضرت صلعم تشریف فرما ہوئے اس وقت ہماری حالت نیند اور بیداری کے درمیان تھی تو ہم نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی ہے .... یا رسول اللہ اب تو ہندوستان چھوڑ عرب کے علماء نے بھی کفر کے فتوے دے دیئے تو آپ نے بڑے جلال میں تین بار دہرا کر فرمایا:-

" ھو صادق - ھو صادق ھو صادق "

یعنی مرزا غلام احمد سچے ہیں - مرزا غلام احمد سچے ہیں مرزا غلام احمد سچے ہیں۔

یہ جواب پیر صاحب موصوف نے جناب سیٹھ اسماعیل آدم صاحب کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ

" یہ ہے سچی گواہی جو ہمارے پاس ہے ہم آپ کی قسم سے سبکدوش ہو گئے ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے "

راقم رشید الدین پیر صاحب العلم

اس جواب کے موصول ہونے پر سیٹھ اسماعیل صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی اور آپ کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

۴ - حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی شہادت۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوئے مسیحیت و مہدویت پر جب علماء نے سخت مخالفت کی اور ہر طرف عداوت کا طوفان برپا ہوا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے تمام علماء سجادہ نشینوں اور پیروں کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کے لئے دعوت مباہلہ دی۔ اس فہرست میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا بھی نام تھا حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف ریاست بہاول پور کے باشندہ تھے۔ اور روحانیت۔ طہارت اور پاکیزگی کی وجہ سے آپ دور دور تک مشہور تھے۔

خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت مباہلہ کے جواب میں حضور کو ایک خط عربی زبان میں تحریر فرمایا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

" تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو رب الارباب ہے اور درود اس رسول مقبول پر جو یوم الحساب کا شفیع ہے اور نیز اس کی آل اور اصحاب پر اور آپ پر سلام اور ہر ایک پر جو راہِ صواب میں کوشش کرنے والا ہے اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کی ایک جزو کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھی ہے۔ سوائے ہر ایک حبیب سے عزیز تر۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں ابتداء سے آپ کی تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں۔ تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم و تکریم اور رعایت آداب کے آپ کے حق میں کوئی حکم جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ آپ کے نیک حال کا معترف ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ خدا کے صالح بندوں میں سے ہیں۔ اور آپ کی سعی عند اللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا۔ اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا آپ پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کریں۔ میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو زیادہ لکھتا۔ والسلام علیٰ من سلک سبیل الصواب۔

(ارشاداتِ فریدی حصہ سوئم)

مندرجہ بالا چند شہادتیں جو ہم نے درج کی ہیں غور کرنے والے انسان کے لئے کافی اور شافی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالےٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اوّل تمام اہلِ آسمان کو اس سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر زمین میں اس کی قبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔ اس قبولیت کے پھیلانے کا ایک طریق یہ بھی ہوتا ہے کہ اس وقت کے نیک لوگوں کو اللہ تعالےٰ بذریعہ رؤیا و کشوف اس مامور کی صداقت پر آگاہ کرتا ہے۔

• حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اس وقت ہوئی جب سب قومیں بے چینی کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ اور اسی بے چینی کو دور کرنے کے لئے ہی اللہ تعالےٰ نے اس مجدد اعظم اور مسیحا کو مبعوث فرمایا۔ جس نے دنیا کے سامنے تمام روحانی بیماریوں کا وہی اکسیر نسخہ پیش کیا ہے جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر ایسے ہی حالات میں سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔ اور جس کے استعمال سے دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ آج بھی اگر دنیا کے ہر قسم کے امراض کا کوئی علاج ہو سکتا ہے تو وہ یہی نسخہ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ دنیا کو جبار و ناچار یہ نسخہ استعمال کرنا پڑے گا۔ اور بالآخر اسی نسخہ سے دنیا کو شفاء اور تسکین حاصل ہو گی۔ انشاء اللہ ؛

درخواستِ دُعا

مکرم سید عبد القدیر صاحب صدر جماعت احمدیہ کٹک کے صاحبزادہ ایم۔ ایس۔ سی (M. S. C.) میں تعلیم پا رہے ہیں دماغی کمزوری کی وجہ سے علیل ہیں۔ بزرگان سلسلہ۔ صحابہ اور درویش بھائیوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ جماعت کے اس ہونہار نوجوان کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ اللّٰھم آمین۔

طالب دعا احقر فضل الرحمٰن عفی عنہ

" قائمقام امیر آڈیشہ "

ہنری مارٹن انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے

دو جلسوں میں احمدی مبلغ کی تقریر

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

چند دنوں سے عیسائیوں کے ایک ادارہ "ہنری مارٹن انسٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز" کی سرگرمیاں ہندوستان کے بہت سے شہروں میں تیز ہوگئی ہیں۔ اس ادارے نے بمبئی کو بھی اپنی جدوجہد کا ایک نشانہ بنایا ہے۔

ان کا طریق یہ ہے کہ یہ ماہانہ میٹنگ کرتے ہیں۔ اور ان میں مسلمان علماء کو بلا کر تقریر کراتے ہیں۔ ان کی تقریریں خود سنتے ہیں اور اپنی باتیں ان کو سناتے ہیں۔

مجھے ابھی تک ان کی طرف سے چار دعوت نامے مل چکے ہیں۔ اور ہر دعوت نامے میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ آپ کو خصوصی مقرر کے طور پر بلایا جا رہا ہے۔

ان کے دو جلسے تو خوشگوار فضا میں ہوئے۔ پہلے جلسے میں ہندوستان بھر کے پادری آئے ہوئے تھے۔ یہ ایک ماہ کا نصاب تھا۔ اس میں ہر ہفتہ ایک مسلمان عالم کو بھی تقریر کے لئے مدعو کیا جاتا تھا۔ مجھے بھی مدعو کیا گیا۔ اور میں نے تقریر کی۔

دوسرا جلسہ جو اس کے تین چار ماہ بعد منعقد ہوا۔ اس میں بھی کوئی خاص بات زیر بحث نہیں آئی۔

لیکن جب ان کا تیسرا جلسہ ہوا۔ اور اس میں بھی مجھے خصوصی مقرر کے طور پر بلایا گیا تو میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اس جلسے میں شرکت کے لئے اس ادارہ کے ڈائرکٹر مسٹر ڈگلس اور حیدرآباد وغیرہ سے کئی پادری آئے ہوئے ہیں۔

اس دن پہلی تقریر ایک پادری صاحب کی ہوئی۔ عنوان تھا "خلیفۃ المسیح" اس میں کئی ایسی باتیں آئیں جو اسلامی معتقدات کے خلاف تھیں۔

دوسری تقریر جماعت اسلامی کے نمائندے جناب شمس پیرزادہ صاحب کی ہوئی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں منجملہ اور باتوں کے یہ بھی کہا کہ اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب میں کوئی صداقت نہیں پائی جاتی۔

مسٹر ڈگلس نے اس تقریر پر نقد کیا۔ اور کہا کہ اگر اسلام یہ کہتا ہے کہ دوسرے مذاہب میں کوئی صداقت نہیں تو یہ اسلام کی غلطی ہے

ان کے بعد میری باری تھی۔ میں نے ضروری سمجھا کہ جناب شمس پیرزادہ صاحب کی تقریر سے اسلام کے متعلق جو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ اس کا ازالہ کردوں چنانچہ میں نے یہ کہا کہ اسلام مطلقاً کسی مذہب کی تکذیب نہیں کرتا۔ قرآن پاک تورات و اناجیل کے متعلق خاص طور پر اور دیگر مذاہب عالم کے متعلق عام طور پر یہ کہتا ہے کہ ان تمام مذاہب میں صداقت کا ایک حصہ بھی پایا جاتا ہے۔ اور وہ اس حصہ صداقت کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآن پاک میں مصدقا لما معکم

. . . .

. . . "جو آیا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے۔

میں تو اپنے عقیدے کی بنا پر اس بات کا اظہار کرنے پر مجبور تھا۔ مگر جناب پیرزادہ صاحب کو میری تقریر کا ہر حصہ شاق گذرا۔ اور عیسائی حضرات خوش ہوگئے لیکن جب میں نے اگلی بات کہی تو بعض عیسائی جیسے مسٹر ڈگلس کو میری بات ان سے زیادہ شاق گذری۔

وہ بات یہ تھی کہ جب میں نے یہ کہا کہ قرآن مجید کے علاوہ جتنی مذہبی کتب ہیں ان میں سے ایک بھی اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں ہے۔ ہر کتاب میں کثرت سے تحریفات ہوئی ہیں۔ جو حصہ محرف ہے قرآن اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ باقی حصے کی تصدیق کرتا ہے۔

میں نے اس دعوے کے ثبوت میں جب یہ کہا کہ اناجیل کی آیتوں پر جو نمبر ہیں۔ ان میں کئی جگہ درمیان کے نمبر غائب ہیں۔ جیسے دس کے بعد بارہ ہے۔ گیارہ غائب ہے اور موجودہ اناجیل میں ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں کے نمبر غائب ہیں۔

میں نے جب اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ جہاں نمبر غائب ہے وہ اصل موجودہ ایڈیشن میں اس نمبر کی آیت حذف کردی گئی ہے اور یادداشت کے طور پر نمبر غائب کر دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اناجیل میں تحریفات ہوتی رہی ہیں۔ بلکہ ان تحریفوں کا سلسلہ آج بھی جاری ہے

میری تقریر کا یہ حصہ بعض عیسائی سامعین کو اتنا ناگوار گذرا کہ مسٹر ڈگلس جیسے آدمی نے دوران تقریر میں مجھے ٹوک دیا۔ اور کہا کہ آپ اس موضوع پر تقریر نہیں کر سکتے۔

لیکن جو بات میں نے کہی تھی اب اس کا ثبوت بھی دینا تھا۔ ان لوگوں کے پاس نئے عہد نامے کا جو نسخہ تھا اس کا کوئی نمبر غائب نہیں تھا بلکہ بعض نمبر اور آیات بریکیٹ میں تھیں۔ میں نے جب ان حضرات سے یہ کہا کہ یہی وہ آیات ہیں جو اصل یونانی نسخے میں موجود نہیں۔ اور یونانی مؤلف نے ان آیات کو الحاقی قرار دیا ہے۔ تو میری یہ بات سن کر چند لوگ برافروختہ ہوگئے۔ اور یہاں تک کہا کہ یہ اتہام ہے۔ ہمارا نسخہ یونانی نسخے کے مطابق ہے۔ ان معترضوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ میرے پاس یونانی نسخہ موجود ہے۔ اور میں اپنے دعوے کے ثبوت میں ابھی یہ نسخہ پیش کر سکتا ہوں۔ یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ اس لئے وہ بڑھ بڑھ کر اعتراضات کر رہے تھے۔ جب وہ لوگ اپنا جوش و خروش دکھا چکے تو میں نے کہا۔ اچھا ذرا خاموش ہو جائیے میں یونانی نسخے سے اپنا دعویٰ ثابت کرتا ہوں۔

جماعت احمدیہ بمبئی کی لائبریری میں "نئے عہد نامے" کا یونانی نسخہ ہے۔ میں نے وہ نسخہ دیکھ کر چند ایسے مقامات پر نشان لگا رکھا تھا۔

میں نے جب یونانی نسخہ نکالا۔ اور کہا کہ دیکھئے یہ "نئے عہد نامے" کا یونانی نسخہ ہے اور یہ ہے انجیل متی۔ اس کا باب ۱۸۔ اس باب کی گیارھویں آیت غائب ہے۔ نمبر کی ترتیب دیکھئے۔ ۱۰ کے بعد ۱۲۔ گیارہ غائب ہے بعضوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ اور ان کی سانس اندر کی اندر اور باہر کی باہر رہ گئی۔

میں نے اور ایک آواز لگائی اور کہا کہ یہی ایک مقام نہیں بلکہ ابھی آپ حضرات کو اور چند مقامات دکھاتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ان لوگوں کو یونانی اناجیل سے مندرجہ ذیل مقامات دکھائے۔ جہاں کہ نمبر غائب تھے۔

انجیل مرقس۔ باب ۷ آیت نمبر ۱۶ غائب
" " " ۱۱ " " ۲۶ "
یوحنا " ۵ " " ۴ "

میں نے کہا کہ یہ تو میں نے سرسری طور پر تین آیات دکھائیں۔ اگر آپ تحقیق کریں گے تو خود آپ کو بہت سے ایسے مقامات ملیں گے جہاں درمیان سے آیات کے نمبر غائب ہیں۔

اس پر ایک شخص نے کہا کہ بعض حاشیہ میں تو وہ آیات موجود ہیں (یہ دوست کچھ کچھ یونانی جانتے ہیں) میں نے پوچھا کہ آپ کا بیان اناجیل کے متن پر ہے یا حاشیہ پر۔ بعضوں نے کہا کہ متن پر۔ بس بات صاف ہوگئی۔

لیکن تائید الٰہی دیکھئے کہ دوسرے ہی دن مجھ کو ایک احمدی دوست سید عنایت اللہ صاحب ملے۔ اور انہوں نے ملتے ہی نہایت تعجب کے انداز میں مجھ سے کہا کہ دیکھئے مولوی صاحب کل میں نے فٹ پاتھ سے بائیبل کا ایک نسخہ خریدا ہے۔ اس میں آیات کے جو نمبر ہیں۔ وہ جا بجا سے غائب ہیں کہیں بیس کے بعد بائیس ۲۲ ہے۔ اور کہیں غائب نمبر دس کے بعد بارہ ہے اور گیارہ غائب۔

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ ان کے ہاتھ سے بائیبل لیا تو وہ "آکسفورڈ یونیورسٹی کا مطبوعہ ۱۹۴۶ء Revised Version" تھا ہمارے دوست نے "نئے عہد نامے" کے کئی مقامات پر نشانات لگا رکھے تھے۔ آئیے اب میں آپ حضرات کو بھی ان مقامات کی سیر کراؤں۔

نام انجیل	باب	حذف کردہ نمبر	وہ عبارت جو حذف کی گئی
متی	۱۷	۲۱	یہ جنس بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکلتی۔
متی	۱۸	۱۱	کیونکہ ابن آدم کھوئے ہوؤں کو بچانے کے لئے آیا ہے۔
مرقس	۷	۱۶	اگر کسی کے کان سننے کے ہوں تو سن لے۔
مرقس	۹	۴۴	جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی۔
مرقس	۱۱	۲۶	اگر تم معاف نہ کرو تو تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارے قصور

نام انجیل	باب	حذف کردہ نمبر	وہ عبارت جو حذف کی گئی
			معاف نہ کرے گا
مرقس	۱۵	۲۸	تب پورا ہوا وہ نوشتہ جو کہتا ہے وہ بدکاروں میں گنا گیا۔
لوقا	۱۷	۳۶	دو کھیت میں ہوں گے ایک لیا جائے گا دوسرا چھوڑا جائے گا
لوقا	۲۳	۱۷	اور اسے لازم تھا کہ ہر عید میں کسی کو ان کے واسطے چھوڑ دے۔
یوحنا	۵	۴	کیونکہ ایک فرشتہ وقت پر اس حوض میں اتر کر پانی ہلاتا تھا۔ جو پانی کے ہلنے کے بعد پہلے اس میں اترتا تھا کیسی ہی بیماری میں گرفتار کیوں نہ ہو چنگا ہو جاتا تھا
اعمال	۱۵	۳۴	لیکن سیلاس کو وہاں رہنا پسند آیا۔

مذکورہ بالا آیات ۱۹۵۲ء سے قبل کی مطبوعہ نئے عہدنامے میں اصل متن کے اندر موجود تھیں۔ آج کل یہ آیات اردو ترجمے میں بریکٹ کے اندر ہیں لیکن آکسفورڈ یونیورسٹی کے Revised version میں یہ آیات بالکل حذف کر دی گئیں۔ اور ساتھ ہی ان آیات کے نمبر بھی حذف کر دیئے گئے ہیں۔

اس سے بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نئے عہدنامے کی آیات میں تحریفات ہوتی رہی ہیں آج ایک آیت اصل متن میں ہے تو کل اس کو بریکٹ میں دیا جاتا ہے اور پھر حذف کر دیا جاتا ہے۔

میں نے بہت سے عیسائی دوستوں کو بائیبل کا یہ نسخہ دکھایا۔ مگر وہ اس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔

میری اس تقریر نے "ہنری مارٹن انسٹیٹیوٹ" کے سامنے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا تھا کہ اس بات پر غور ہوا کہ یہ سلسلہ تقاریر جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے کئی تجاویز پیش ہوئیں۔ بالآخر یہ پاس ہوا کہ جلسوں کا سلسلہ جاری رہے۔ مگر ہر مقرر صرف اپنے مذہب کے معتقدات و تعلیمات بیان کرے اور دوسرے پر کوئی اعتراض نہ کرے۔

چوتھا جلسہ چنانچہ ان کا چوتھا جلسہ ۱۲ نومبر کو منعقد ہوا اور مجھے "گناہ" کے موضوع پر بولنے کو کہا گیا۔

میں نے قصہ آدم سے اپنی تقریر شروع کی مجھے دراصل یہ کہنا تھا کہ خدا کے نزدیک آدم نے گناہ نہیں کیا۔ جو کچھ ہوا وہ شیطان اور ابلیس کے فریب کا نتیجہ تھا۔ اس لئے آدم کو گنہگار کہنا غلط ہے اور جب آدم گنہگار نہیں تو پھر موروثی گناہ کا تصوّر بھی غلط ہے۔

میں نے اس ضمن میں ملائکہ۔ ابلیس اور شجرِ ممنوعہ کی حقیقت پر بھی روشنی ڈالی۔ میں جب تقریر کر کے بیٹھ گیا۔ تو ڈاکٹر لیوک صاحب تقریر کو کھڑے ہوئے اور انہوں نے میری تقریر پر مندرجہ ذیل اعتراضات کئے۔

آپ نے ابلیس کو انسان اور اپوزیشن پارٹی کا لیڈر قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ انسان سے بالکل ایک الگ مخلوق تھا۔ اور آتشی تھا۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ گناہ اگر موروثی نہیں تو فطری ضرور ہے۔

تیسرا اعتراض یہ کیا کہ آپ نے حقوق اللہ میں سب سے بڑا گناہ شرک کو قرار دیا حالانکہ شرک کا کوئی وجود ہی نہیں۔

ڈاکٹر لیوک نے جب تقریر ختم کی تو میں نے صدر جلسہ سے جواب دینے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے تو انکار کر دیا تھا مگر حاضرین نے کیا مرد اور کیا عورت سبھوں نے متفقہ طور پر کہا کہ مولوی صاحب کو جواب کا موقعہ دیا جائے۔ حاضرین کے اصرار پر صدر جلسہ نے مجھے جواب دینے کی اجازت دے دی۔

میں نے جب کھڑے ہو کر حاضرین سے یہ کہا کہ میں ڈاکٹر لیوک صاحب کے سوالات کا اختصار سے جواب دوں گا۔ تو سبھوں نے کہا کہ اختصار کی ضرورت نہیں۔ آپ تفصیل سے جواب دیجئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تو میں نے دس منٹ تقریر کی لیکن جواب دینے کھڑا ہوا تو ایک گھنٹے سے زیادہ بولا۔ مجلس پر اسلامی خیالات کا غلبہ نظر آنے لگا۔ میں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تفسیر کبیر کا مضمون مختصر کر کے جو جواب دیا تو سبھی حیرت زدہ ہو گئے۔ ڈاکٹر لیوک ایک لفظ نہ بول سکے سٹر کتھرا جو آخر مقرر تھے انہوں نے اور پھر صدر جلسہ نے اپنے ریمارک میں اعتراف کیا کہ آج کی مجلس پر تو اسلامی خیالات ہی کا غلبہ رہا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد ہر طرف سے مجھ کو دادِ تحسین ملتی رہی۔ اور میں دادِ تحسین کا یہ تحفہ لے کر آخر اپنے گھر کو آ گیا۔ کئی رپورٹ ہونے وعدہ کیا ہے کہ مجھے گور میں بھیجے گے۔ دیکھئے وہ وعدہ پورا کرتے ہیں یا نہیں۔

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری

(بقیہ صفحہ ۸)

اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے جب وہ صفت رحمانیت اور ربوبیت کی صفات کے ماتحت ہو۔ رسول کریمؐ نے ہمیشہ مالکیت کی صفت کو مذکورہ بالا تین صفات کے ماتحت رکھا اس لئے آپ کی مالکیت میں کبھی بھی شکوہ پندار، کبر یا نمائش پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ اس میں حکمت اور رحم کا پہلو غالب رہا۔

دین کے معنی آخری جزا و سزا کا دن بھی ہے۔ قیامت کے روز بھی اللہ تعالےٰ کے اذن سے آپ کو مقام شفاعت حاصل ہو گا۔ اور اس روز آپ مالکانہ انداز سے اپنی امت کے لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ دین کے معنی نظام اور شریعت کے بھی ہیں۔ مالک و مذہب کے بھی ہیں۔ معاشرہ و تنظیم کے بھی ہیں۔ رسول کریم کا لایا ہوا مذہب انسانوں کی ہمہ جہتی ترقی چاہتا ہے جس رنگ میں رسول کریم نے اپنے نظام شریعت کو دنیا میں رائج کیا اس سے مالکانہ فکر کا پتہ چلتا ہے حضور کو اپنی امت کی ایسی ہی فکر تھی جیسے وہ امت ان کی اپنی کھیتی ہو۔ وہ تو اپنی امت کے مالک تھے ہی انہیں سارے انسانوں کی بھی فکر تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اب نوعِ بشر کے مالک ہیں۔ سب کے ساتھ عدل اور انصاف سب کے ساتھ حسن و سلوک پورے بنی آدم کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے تنظیم ان کی دنیاوی ضروریات کے منصفانہ طور پر پوری ہونے کا انتظام آپ مالکانہ شان سے فرماتے رہے۔ معاشرہ کا ہر طبقہ ہر رنگ و نسل کے لوگ غریب و امیر، کالے اور گورے عرب و عجم سب حضور کی مالکانہ توجہ کے حصہ دار بنے۔ اور آپ نے تمام کی مالکیت کا ثبوت بہم پہنچایا۔ اور آپ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کو ہر وقت یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ نظام اسلامی پورے نوع بشر کے لئے مستحکم اور زندہ و پائندہ ہو جائے۔ اور آپ کا لایا ہوا کامل دین نشر و اشاعت کے اعتبار سے بھی عالمگیر اور ابدی بن جائے۔

دین کے معنی نتیجے کے بھی ہیں حضور کی سیرت میں یہ بات موجود تھی کہ آپ ہر وقت اعمال کے نتائج پر غور کیا کیا کرتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کو بھی یہ نصیحت فرماتے تھے کہ غور و فکر کے بعد کام کرو تاکہ تم کو اپنے اعمال کے نتائج پر ایک گونہ اختیار حاصل ہو جائے۔ میدان جنگ کی تنظیم ہو یا معاشرتی و مدنی زندگی کی تعمیر ہو حضور سب باتوں میں بڑے دور رس، دور بین، معاملہ فہم اور عاقل تھے۔ آپ ہمیشہ یوم الدین کو سامنے رکھتے تھے اور آپ اسباب و نتائج کی زنجیر کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے رہتے تھے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ ہمیشہ اصل مالک یوم الدین سے دعائیں بھی کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ انجام کار اور اقتدار اعلیٰ خدا تعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

یوم الدین کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دنیا میں مقابلہ اور مسابقت کا سلسلہ جاری ہے۔ انفرادی اور قومی جدوجہد تا قیامت جاری رہے گی۔ مذہبی اور اخلاقی اور روحانی اعتبار سے یہ فخر صرف مذہب اسلام کی ہے کہ وہ تمام دوسرے دینوں پر غلبہ حاصل کرے۔ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری دور میں دینِ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ اور اسے نوع بشر کے درمیان بہت بڑی اکثریت حاصل ہو گی۔ اس وقت یہ بات ثابت ہو گی کہ اللہ تعالےٰ اس دنیا میں بھی مالک یوم الدین ہے۔ اور اس کے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جہت سے مالک یوم الدین کا پرتو کامل ہیں۔ کسی دوسرے نبی کو صفت مالک یوم الدین کی اتنی عظیم الشان جلوہ گری حاصل نہیں ہوئی۔ یہ امر مقدر ہے کہ رسولِ کریمؐ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں اسلام کی عالمگیر فتح ہو گی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مالکیت کا عظیم الشان اظہار ہو گا۔

مرسلہ
شیریں محمد دین
ایم۔ اے فائینل،
پٹنہ یونیورسٹی
پٹنہ ۵

تحریک وقف جدید اور واقفین وقف جدید کی اہمیت

از مکرم سید داؤد احمد صاحب بھارت میڈیکل ہال کمایانی مظفر پور بہار

میری عادت ہے کہ میں ہر ایک تحریک پر بہت غور و فکر کرتا ہوں اور اس کی گہرائی تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہوں خواہ دنیاوی تحریکات ہوں یا روحانی، میری توجہ بہت تیزی کے ساتھ اس طرف مبذول ہو جایا کرتی ہے مجھے پھر کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی۔ میں دن رات اٹھتے بیٹھتے اس کے مقصد کے پانے کی فکر میں رہتا ہوں جب تک میرا ذہن مطمئن نہ ہو جائے مجھے چین نہیں ملتا۔ ذہن کے مطمئن ہونے کی صرف دو صورتیں ہیں (۱) انسانی عقل و فہم فیصلہ کرے کہ یہ تحریک غلط ہے کیونکہ یہ تحریک شر سے پر ہے اور اس کے بہت سارے جسمانی اور روحانی نقصانات ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی ہر دو صورت میں (۲) یا پھر انسانی عقل و فہم یہ فیصلہ کرے کہ یہ تحریک درست ہے۔ کیونکہ یہ تحریک بھلائی سے پر ہے۔ اور اس کے بہت سارے جسمانی اور روحانی فوائد ہیں انفرادی اور اجتماعی ہر دو صورت میں۔ انفرادی اور اجتماعی ہر دو صورت سے مکمل نظام اور تحریک یقیناً مضبوط بنیادوں پر ایک لمبے عرصہ تک دنیا میں قائم رہ سکتی ہے۔ ایک ڈاکٹر اس وقت تک علم طب میں دسترس حاصل نہیں کر سکتا جب تک اس کے پاس زیادہ مریض نہ آئیں جس شفاخانہ یا ہسپتال میں بیمار کثرت سے آتے ہیں، اس علاقہ یا ہسپتال کے ڈاکٹر زیادہ تجربہ کار ذہین اور اپنے فن کے ماہر ہوتے ہیں۔ ماحول ہی موقع فراہم کرتا ہے جس کے نتیجے میں کوئی عالم اور کوئی جاہل کوئی ذہین اور کوئی کند ذہن بن جاتا ہے کوئی مومن کوئی کافر بن جاتا ہے۔ ماحول کو خوشگوار اور پاکیزہ رکھنا بنی نوع انسان کیلئے بہت ضروری اور لازمی ہے لیکن انسانی عقل باوجود پوری کوشش اور جد و جہد کے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکی وہ ٹھوکر کھاتی رہی ہے اور کھاتی رہے گی کیونکہ کائنات عالم اور اس کی کل چیزیں ایک دوسرے سے پیوست اور مربوط ہیں اور اس کی سب تاریں خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ انسانی عقل، ماحول اس کے اثرات اور اس ماحول کے اندر بسنے والے سینکڑوں ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں افراد کے جذبات، خیالات، افکار اور ارادے اور ان کے نتائج پر عبور اور تصرف حاصل نہیں کر سکتی۔ اسلئے عقل ہی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور اس سے اپنی مشکلات کو دور کرنے کیلئے طلب کریں۔ ایک کسان باوجود تمام کوششوں کے یعنی اچھی زمین، اچھا بیج اور اعلیٰ کوالٹی کا کھاد رکھنے کے بعد بھی فصل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا، جب تک آسمان سے بارش نہ ہو۔ بارش کا ہونا اور ضرورت کے مطابق ہونا انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ ماحول کو درست کرنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی مدد کی سخت ضرورت ہے ہم احمدی اسباب پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر دنیا میں پاکیزہ ماحول اور روحانی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ہم احمدی دعا پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ دعا کے ذریعہ ہی ہم خدا تعالیٰ کی مدد اس کے فضل اور رحمت کو حاصل کر سکتے ہیں جیسے دعا جتنی زیادہ مکمل اور خامی سے پاک ہوگی اسی کے مطابق وہ خدا تعالیٰ کی مدد اسکے فضل اور رحمت کو جذب کرنے کا باعث ہوگی۔

میرے پیارے آقا، میرے پیارے امام اور میرے محسن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا کے موجودہ ماحول، اس کی قوت، اس کے شر اور اس کے اثرات کو سب سے زیادہ اور شدت سے محسوس کیا۔ میرا پیارا اور شفیق باپ اپنے بچوں کو اس شر سے محفوظ رکھنے کے لئے بے چین و بیتاب ہو گیا۔ رات کی تنہائیوں میں کی ہوئی دعاؤں کے نتیجہ میں میرے آقا کی کوششوں میں خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اور اس کا انعام نازل ہوا۔ وہ انعام وقف جدید کی صورت میں جولائی ۱۹۵۷ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پیارے بچوں یعنی جماعت احمدیہ کو دیا۔

یہ بہت ہی قیمتی حسین اور خوبصورت تحفہ ہے اس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ آئندہ آنے والی نسلیں ہماری خوش نصیبی پر رشک کریں گی اور دعائیں دیں گی کہ یہ کتنے خوش قسمت لوگ تھے جنہیں اتنا شاندار قیمتی اور مکمل انعام ملا جن کی کوششوں اور قربانیوں کے نتیجہ میں آج ہم میں احمدیت اور اسلام باقی ہے۔

پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اولادوں اور نسلوں میں احمدیت اور اسلام قائم رہے کہ ہم ان کوششوں اور قربانیوں کے ذریعہ سے وقف جدید کو کامیاب بنایا جائے۔ یہ سچ ہے کہ اگر ہم میں اسلام اور احمدیت باقی نہ رہے تو ہم دنیاوی ترقیات اور عزت سے بھی محروم رہیں گے۔ یہ بھی سچ ہے کہ ایک مومن کی نگاہ میں دنیا اس کی عزت وجاہت اور انعامات کی کچھ بھی اہمیت نہیں۔ وہ تو جوتی کے تسمے کے برابر بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہمارے لئے صرف دو ہی راستے ہیں۔ زندگی یا موت۔ لیکن مومن موت کو پسند نہیں کرتا۔ وہ تو ہمیشہ کی ابدی زندگی کا خواہاں ہے۔ ایسی زندگی جو کبھی فنا نہ ہو ایسی عزت جو کبھی کم نہ ہو۔ اس شاندار زندگی اور عزت کو حاصل کرنے کیلئے ہمیں حیرت انگیز اور بے مثال قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اس قربانی اور ایثار کی طرف تحریک وقف جدید ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

اسلام اور احمدیت یقیناً حق ہیں۔ مسیح الموعود علیہ السلام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور ان کی خلافت برحق ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ تمام باتیں درست اور سچی ہیں۔ تو پھر ہمیں ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنا ہوگا کہ تحریک وقف جدید کا نظام کسی معمولی انسان کا پیش کردہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو قادر و توانا اور سارے جہان کا مالک اور بادشاہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ ہے اس کے ایک بہت بڑے اور بلند و ارفع مقام رکھنے والے خلیفہ کا پیش کردہ نظام ہے۔ دنیا میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان بڑے لوگوں کی خوشامد کر کے خالص خلوص دکھا کر یا جھوٹی اور چاپلوسی سے کام لے کر عزت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم خدا تعالیٰ کو اس طرح راضی نہیں کر سکتے۔ اسے ہمارے اعمال، افکار اور دلوں کے بھید کا بھی علم ہے ہمیں خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے سنجیدگی، خلوص نیت اور محبت کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔ خلیفہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بے مثال ایثار اور قربانی کا نذرانہ پیش کرنا ہوگا۔ اب پھر تقریباً نو سال بعد ایک آواز اٹھی ہے اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے یہ آواز بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممتاز مقام پر فائز خلیفہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہے۔

ہمیں اس آواز کا بہت ہی پُر خلوص اور خاص توجہ سے جواب دینا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۷ اکتوبر ۱۹۶۶ء کے پُر معارف و ولولہ انگیز خطبہ جمعہ میں جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”جماعتیں پکار رہی ہیں کہ اگر چاہتے ہو کہ ہم میں احمدیت قائم رہے تو ہمیں مستقل واقف دو۔ وقف عارضی والے آپ سے بار بار مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہمیں ان واقفین کو سنبھالنے کیلئے جس قدر رقم کی ضرورت ہے وہ مہیا کرے لیکن آپ نے اسکی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اور یہ بڑا ظلم ہوا ہے اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ سب کو جگاؤں اور بیدار کروں اور اس تحریک کی اہمیت آپ کے ذہن نشین کرانے کے بعد آپ سے یہ مطالبہ کروں کہ آئندہ سال مجھے کم از کم ایک سو نئے واقفین چاہئیں“

اس خطبہ میں آگے چل کر حضور فرماتے ہیں کہ ”اور واقفین مستقل طور پر جماعتوں میں پہنچ جائیں گے تو وہ قرآن پڑھانے اور جماعت کی تربیت اور دیگر ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہیں گے اور اس طرح جماعت سنبھل جائیں گی اور اس میں زندگی کی ایک نئی روح پیدا ہو جائے گی لیکن اگر آپ حسب سابق ہر سال اس تعداد میں صرف دس کا ہی اضافہ کریں تو یہ ہمارے لئے کافی نہیں۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ اگلے سال واقفین وقف جدید کی کلاس میں جو جنوری ۱۹۶۷ء سے شروع ہوگی۔ کم از کم ایک سو واقفین ہو جائیں اور جماعت کو چاہیئے کہ وہ اس طرف متوجہ ہو۔“

ہمیں اللہ تعالیٰ کو خوش اور راضی کرنے کا ذریں موقع ملا ہے عقلمندی اسی میں ہے کہ اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے۔ ہم ایک سو واقفین کو حضور کی خدمت میں پیش کر کے اللہ تعالیٰ کے مسیح کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں خلیفہ کی خوشنودی گویا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور جب اللہ تعالیٰ جو سارے جہان کا مالک اور بادشاہ ہے کسی قوم یا فرد سے خوش ہو جائے تو پھر اس کی ترقی اور کامیابی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے لامحدود کامیابی، ترقی اور انعامات کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔

ہم ان نوجوانوں کو رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں جو خلیفہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگیوں کو وقف کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کی توحید عظمت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا عشق، ان کی عظمت اور قرآن شریف کی عظمت دنیا میں قائم ہو جائے اور ایک ایک دل میں اسلامی تعلیم گھر کر جائے اور یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ ایسے نوجوان ہی دنیا کے عظیم انسان ہیں جن کی کوششوں کے نتیجہ ایک عظیم روحانی انقلاب دنیا میں ظاہر ہوگا۔ یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کی تائید و نصرت کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول ہوگا۔ ہم اپنے پیارے نوجوان کو گلے لگاتے ہیں اور عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ہم ان کے مقام اور پوزیشن کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ سوسائٹی میں ان کا بہت ہی بلند اور ارفع مقام ہے ہم انہیں خلوص و عقیدت کا گلدستہ پیش کرتے ہیں۔ ہمیں احمدیت کا پیارا سپوت ہونے پر فخر اور ناز ہے

مالی اعانت

ہمیں ان بہادر سپوتوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے روپیہ کی بھی ضرورت ہوگی۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے پیارے آقا و امام سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت کے مخلصوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ہمت سے آگے بڑھو۔ زیادہ سے زیادہ چندے لکھواؤ اور جو لوگ آنریری سیکرٹری کے طور پر کام کر سکتے ہوں وہ آگے آئیں۔ آپ کو آنریری سیکرٹری بنائیں۔ اور شہر میں، باہر جہاں کہیں جائیں وہاں احمدیوں سے مل کر زیادہ سے زیادہ چندہ لینے کی کوشش کریں۔ تاکہ ہمارا چندہ جلدی جلدی بارہ لاکھ تک پہنچ جائے اسی طرح نوجوانوں کو وقف زندگی کی تحریک کریں۔"

اس ارشاد کی تعمیل میں ہمیں اپنے قدموں کو تیز کر دینا چاہیئے جن دوستوں نے ابھی تک وعدہ دوگنا نہیں کیا۔ وہ اپنا وعدہ دوگنا کر کے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ وہ احباب جو ابھی تک اس مبارک الٰہی تحریک میں شامل نہیں ہوئے ہیں وہ جلد سے جلد اس تحریک میں شامل ہو کر اپنے کو خوش نصیب بنا لیں ما اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔

پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کی نئی پود کی تربیت کیلئے بہت فکر مند ہیں۔ حضور نے وقف جدید کی تحریک کے ذریعہ بھی بچوں کی تربیت کا موقع فراہم کیا ہے۔ اب والدین کا فرض ہے کہ بچوں کی مدد کرے۔ والدین بچوں کی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے بڑے بڑے کام کرتے ہیں لیکن اب وقت آگیا ہے کہ وہ محبت اور عقل کے جذبات کے درمیان توازن قائم کریں۔ یہی ایک درست بخشا مقصد ان وہ ہوگا بچوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ خود اپنی روحانی ترقی کا بھی باعث ہوگا۔ حضور نے احمدی بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا:۔

"اے خدا اور اس کے رسول کے بچو! اٹھو اور آگے بڑھو، اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقف جدید کے کام میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اسے پر کر دو اور اس کمزوری کو دور کر دو جو اس تحریک کے کام میں واقع ہو گئی ہے۔"

آگے چل کر حضور اسی خطبہ میں فرماتے ہیں کہ "تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں جو کمی رہ گئی ہے اس کا بار تم اٹھاؤ اور پچاس ہزار روپیہ اس تحریک کے لئے جمع کرو" ہمیں خطبہ کی روشنی میں اپنے بچوں کی ہمت افزائی کرنی چاہیئے تاکہ وہ اس قابل ہو سکیں کہ اپنے مقدس امام کی آواز پر لبیک کہہ سکیں۔

آخر میں اسی نوٹ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اپنے مبارک الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہوں جبکہ حضور نے احمدی بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"اے احمدیت کے عزیز بچو! اٹھو اور اپنے ماں باپ کے پیچھے پڑ جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں سخت بڑا ثواب مل رہا ہے۔ آپ ہمیں اس سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔ آپ ایک اٹھنی ماہوار ہمیں دیں کہ ہم اس فوج میں شامل ہو جائیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دلائل و براہین اور قربانی اور ایثار اور فدائیت صدق و صفا کے ذریعہ اسلام کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے گی۔ تم اپنی زندگی میں ثواب لوٹتے رہے ہو اور ہم بچے اس سے محروم رہے ہیں آج ثواب حاصل کرنیکا دروازہ ہمارے لئے کھولا گیا ہے ہمیں چند پیسے دو کہ ہم اس دروازہ میں سے داخل ہو کر ثواب حاصل کریں اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے تمغے حاصل کر سکیں اور اللہ تعالیٰ ..."

خدا تعالےٰ تک پہنچنے کا راستہ (بقیہ صفحہ ۶)

خدا اپنے نمونہ کو پیش کر کے ان کو خدا کی طرف کھینچ سکتے ہیں۔ ایسا دعویٰ کرنا ان کے لئے اس لئے ضروری ہوتا ہے نہ کہ ریاکاری یا تکبر۔ دراصل ان کے ایسے دعوے میں دنیا کی بھلائی کا راز مضمر ہوتا ہے اور دعوے کا اعلان نہ کرنے اور اسے چھپائے رکھنے میں سراسر ہلاکت۔ پس اسے ریاکاری یا تکبر قرار دینا سخت غلطی اور جہالت ہے۔ ایسے دعووں کے بغیر چارہ ہی نہیں اور یہ بڑی ضروری حالت ہے۔ اور اسی بات کا ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے وہ اس کے حکم کو چھپا نہیں سکتے بلکہ اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے خدا کے حکم کے آگے مجبور رہتے ہیں وہ اسے کسی طرح ٹال نہیں سکتے۔ ہاں اگر کسی طرف سے خلاف واقعہ دعویٰ کیا جائے گا۔ تو یہ ظاہر ہے کہ وہ اپنے ایسے دعوے کا ثبوت پیش نہیں کر سکے گا اور ذلیل ہو جائے گا۔

پس خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے صرف ایک ہی مذہب ہو سکتا ہے نہ کہ ایک سے زیادہ اور وہ مذہب وہی ہو سکتا ہے جو سب سے آخر میں آیا ہو۔ اور ایسے وقت میں آیا ہو جبکہ انسانی دماغ اپنے انتہائی نقطہ کمال و عروج تک پہنچ گیا ہو اور شریعت کی جسد بالغ کی اس میں برداشت پیدا ہو چکی ہو۔ اور اس کامل و جامع دین کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو چکا ہو۔ ایسا مذہب صرف اسلام ہی ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کامل و جامع اور عالمگیر ہے۔ صرف وہی اب انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا سکتا اور اس کا تعلق اس کے ساتھ پیدا کر سکتا ہے اس کے سوا کوئی دوسرا مذہب اس کام کا اہل نہیں۔

عملاً بھی ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے مقابلہ میں تمام اہل مذاہب اصحاب کے دعوے سے خاموش ہیں کہ خدا کا ان سے تعلق ہے۔ اور اگر کسی کا کوئی ایسا دعویٰ ہے تو وہ اس کا قرار واقعی ثبوت دینے سے قاصر ہے۔ ہمیں یہ بات کہیں نظر نہیں آتی کہ اسلام کی آمد کے بعد ان میں سے کوئی انسان کسی اور مذہب پر چل کر خدا تعالیٰ تک پہنچ سکا ہو یا اب پہنچا ہوا ہو اور اپنے اس تعلق کا ثبوت وہ اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ اور دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانات و معجزات و خوارق و تائیدات الٰہیہ سے یہ ثابت کر سکتا ہو کہ اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہے یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے اور اس کے ماننے والوں میں ایسے لوگ ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں۔ اور وہ اسی تعلق کا ثبوت بھی پیش کرتے: اور دنیا کو اس امر کی طرف دعوت بھی دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اس زمانہ میں بھی قادیان سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی طرف سے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور اس تعلق کا اظہار کر کے اس کا ثبوت بھی دیا مگر کسی اور مذہب کا کوئی پیرو آپ کے سامنے دم نہ مار سکا اور بار بار چیلنج اور اعلان کے سب نے خاموشی اختیار کر لی۔

یہ ہے قرآن کریم کی زبردست طاقت کا بیان وہ اپنے پیروی کرنے والوں پر اثر ڈالتی ہے۔ مگر انجیل کی پیروی کرنے والوں میں سے کسی نے آگے بڑھ کر یہ کہ انجیل کی طاقت کا ہو ان پر اثر ڈالتی ہو ذکر نہ کیا۔ اور نہ ہی کسی اور مذہب والے نے اپنی الہامی کتاب کی یہ تاثیر پیش کی۔ اس طرح سب اہل مذاہب نے اس کے مقابلہ میں خاموشی اختیار کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور دیگر مذاہب میں زندگی کی روح موجود نہیں۔ کیا یہ چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی زندگی کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں۔ یقیناً کافی ہے۔ مگر کون ہے جو اس طرف توجہ کرنے کے لئے تیار ہو۔ مذکورہ امر کے بیان سے واضح طور پر ثابت ہے کہ جملہ پیشوایان کا فیضان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت سے بند ہو چکا ہے۔ اور اب آپ ہی کا فیضان جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا اور اس میں تمام اہل مذاہب کے لئے بڑی بھاری بشارت ہے۔ ہمارے اس آخری زمانہ میں آنے والے مامور نے آ کر اپنے موعود اقوام عالم ہونے کا اعلان کیا اور بتایا کہ میں وہی ہوں جس کی سب مذاہب میں آنے کی پیشگوئی تھی مبارک وہ جو ان باتوں کو سمجھے اور انہیں قبول کرے اور ہٹ دھرمی و تعصب کو چھوڑ کر راہ راست پر آ جائے۔ اور دنیا اور اس کی لعنتوں سے نہ ڈرے کہ دنیا ناپائیدار اور زندگی چند روزہ ہے اور آخر مر کر خدا کے سامنے جواب دہی کے لئے حاضر ہونا ہے۔

The Weekly **BADR** Qadian

1st, 8th DECEMBER, 1966 No. 48, 49

اسلام اور احمدیت کے متعلق قابل مطالعہ لٹریچر!

اگر آپ اسلام اور احمدیت کے متعلق ٹھوس معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نظارت دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے شائع کردہ کتب و رسائل کا حسب پسند زبان میں مطالعہ کریں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کو حقیقی مذہب اور اس کی خصوصیات اور اہمیت کے بارہ میں نہایت تسلی بخش طور پر پختہ دلائل سے آگاہی ہوگی۔ اس عالم کے قیام کی بہترین تجاویز اور دنیا میں روحانی انقلاب کے لئے جن اسباب و ذرائع کو عمل میں لانے کی ضرورت ہے سب کچھ ذیل کے لٹریچر میں مل سکتا ہے۔

۱۔ **لائف آف محمد مجلد بزبان انگریزی** دیباچہ تفسیر القرآن مصنفہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے اس حصہ کی الگ اشاعت جو سیرت النبیؐ کے متعلق ہے۔ قیمت چار روپے ۴/-

۲۔ **حضرت محمدؐ کے پوتر جیون** بزبان ہندی۔ قیمت چار روپے ۴/-

۳۔ **اسلامی اصول کی فلاسفی بزبان انگریزی** تصنیف حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ جس میں انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان، امام اور بعث بعد الموت کی بحث، روحانی علوم کے ذرائع نیز قرآن مجید کی تعلیم کی فضیلت۔ تعدد ازدواج اور پردہ کی حکمت اور قرآن مجید کی متعدد آیات کی تفسیر قیمت ۲/- روپے

۴۔ **اسلامی اصول کی فلاسفی بزبان اردو** قیمت ۶۲ نئے پیسے۔

۵۔ **اسلامی اصول کی فلاسفی بزبان ہندی** قیمت تین روپے ۳/-

۶۔ **احمدیہ موومنٹ بزبان انگریزی** حضرت امام جماعت احمدیہ کا اصل مضمون جو مذاہب عالم کانفرنس، لندن ۱۹۲۴ء میں پڑھا گیا۔ جس میں اسلام و احمدیت کی تعلیم اور اس کے تمدنی احکام مدلل رنگ میں بیان کر کے ان کی فضیلت کو ظاہر کیا گیا ہے قیمت ایک روپیہ ۱/-

۷۔ **احمدیت یعنی حقیقی اسلام مجلد انگریزی** مندرجہ بالا لیکچر کو زیادہ تفصیل کے ساتھ حضرت امام جماعت احمدیہ نے تصنیف فرمایا قیمت ۵/-

۸۔ **مسیح ہندوستان میں انگریزی** تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کتاب میں حضرت مسیح کا صلیب سے زندہ اترنا اور اپنے ملک سے ہجرت کر کے کشمیر میں آنا اور یہیں بمقام سرینگر وفات پانا ثابت کیا گیا ہے اور آپ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے باطل خیال کی تردید کی گئی ہے۔ قیمت ۱/۲۵ روپے

۹۔ **حضرت مسیح کہاں فوت ہوئے بزبان انگریزی** تالیف مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق امام مسجد لنڈن۔ اس میں حضرت مسیح کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کی تردید کرتے ہوئے ثابت کیا گیا ہے کہ صلیب سے اتارے جانے کے بعد آپ کشمیر تشریف لے گئے اور وہاں سرینگر میں فوت ہوئے۔ قیمت ۲/- روپے

۱۰۔ **قبر مسیح بزبان انگریزی** مصنفہ صوفی مطیع الرحمان صاحب بنگالی ایم۔ اے مبلغ امریکہ اس کتابچہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر محلہ خانیار سرینگر میں ثابت کی گئی ہے قیمت ۶۲ نئے پیسے

۱۱۔ **مولوی مودودی** صاحب کے رسالہ ختم نبوت پر علمی تبصرہ اور ان سے چند سوالات مصنفہ محترم قاضی نذیر محمد صاحب لائلپوری قیمت ایک روپیہ

۱۲۔ **دعوت الامیر بزبان اردو** مصنفہ حضرت امام جماعت احمدیہ۔ امیر امان اللہ خان والئے افغانستان کو تبلیغ احمدیت کرتے ہوئے احمدیت کی تعلیم اور اس کے اصول۔ اخلاقی مسائل مدلل بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت ۳/- روپے

۱۳۔ **تبلیغ ہدایت** مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ اس میں احمدیت کے امتیازی مسائل یعنی وفات مسیح ناصری صداقت مسیح موعود، مسئلہ نبوت وغیرہ کی تفصیل بحث عام فہم اور لطیف پیرایہ میں پیش کی گئی ہے۔ قیمت ۳ روپے

۱۴۔ **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ بزبان** وہ معرکۃ الآراء کتاب جس نے ملک کے ہر طبقہ میں مقبولیت حاصل کی۔ سکھ مذہب کی مستند تواریخ کے حوالوں سے تعویذ(؟) اور قوموں کے خوشگوار مراسم اور تعلقات اور اتحاد کا مرقع ہے۔ ... اور اخبارات نے اس پر بہترین ریویو لکھے۔ قیمت ۲/- روپے۔

۱۵۔ **چونویں پھل پنجابی** مندرجہ بالا کتاب کا پنجابی ایڈیشن۔ قیمت ۲ روپے

۱۶۔ **کشتی نوح بزبان اردو** حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اپنی جماعت کو نصائح اور تعلیم احمدیت اور اپنے نشانات کا بیان انجیل اور قرآن کریم کی تعلیم کا پر معارف موازنہ

قیمت ۶۲ نئے پیسے۔

۱۷۔ **احمدیت کیا ہے بزبان انگریزی** حضرت امام جماعت احمدیہ کے سیالکوٹ کے لیکچر کا انگریزی ترجمہ۔ قیمت ایک روپیہ

۱۸۔ **اسلام کا اقتصادی نظام بزبان انگریزی** قیمت ۱/۷۵ روپے

۱۹۔ **سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب** تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ قیمت ۲۵ نئے پیسے۔

ان جملہ کتابوں کے حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمادیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ یکم و ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء۔ رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے زیر اہتمام تقسیم و ترسیل لٹریچر کا کام

بابت یکم مئی ۱۹۶۵ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۶۶ء

قرآن کریم میں بیان فرمودہ پیشگوئی واذا الصحف نشرت جس شان سے ساتھ اس زمانہ میں پوری ہو رہی ہے اس جگہ اس کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ درحقیقت پیغامات کو دوسروں تک بہترین رنگ میں پہنچانے کے لئے فی زمانہ نشر و اشاعت سے بڑھ کر موثر ذریعہ نہیں۔ چنانچہ حضرت امام الزمان مسیح دوران علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالہام الٰہی اس کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ بلکہ جب الٰہی کارخانہ کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ رکھی اس کی پہلی دو شاخیں لٹریچر کی تصنیف اور اشاعت ہی بیان فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا۔ چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا ہے اور وہ معارف و حقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسانی تکلف سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیئے گئے۔ دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے۔ (فتح اسلام)

صیغہ نشر و اشاعت اس کام کو سرانجام دے رہا ہے اس صیغہ کے ماتحت پیش آمدہ ضرورت کے مطابق لٹریچر تیار کیا جاتا ہے مگر یہ بہت بڑا کام احباب کے غیر معمولی تعاون کا محتاج ہے جس کے لئے اگر ہر چندہ دینے والا دوست ہر ماہ ایک معین رقم صرف نشر و اشاعت کے لئے اپنے ذمہ لے اور پھر از خود ہی بالالتزام اس کی ادائیگی کا اہتمام کرے تو اس کام کو زیادہ وسیع کیا جا سکتا ہے اور اس آسمانی پیغام کو زیادہ موثر طریق پر زیر تبلیغ افراد تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ بہرحال جہاں تک نظارت کے دائرہ اختیار کا بات ہے وہ اپنی طرف سے پوری کوشش صرف کر رہا ہے چنانچہ شائع شدہ لٹریچر میں سے جو دوست قیمتاً طلب کرتے ہیں ان کو قیمتاً مہیا کیا جاتا ہے جو دوست صرف ڈاک خرچ برداشت کر کے مفت لٹریچر طلب کرتے ہیں ان کو مفت لٹریچر بھجوایا جاتا ہے لیکن جو افراد اور جماعتیں ایسا بھی نہیں کر سکتے۔ انہیں صرف اخراجات پر مفت لٹریچر روانہ کیا جاتا ہے۔ ان سہولتوں کے باوجود بھی اگر کوئی جماعت یا فرد ایسے زریں موقعہ سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو یہ اس کی اپنی سستی ہے۔ ذیل میں ماہ مئی ۱۹۶۵ء سے لے کر ماہ اپریل ۱۹۶۶ء (مالی سال صدر انجمن احمدیہ قادیان) میں تقسیم شدہ لٹریچر کے متعلق گوشوارہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس مالی سال میں ۲۶۱۲۴ ٹریکٹ و رسالہ جات احباب کو بھجوائے گئے بتفصیل ذیل درج ہے:-

نظارۃ دعوت و تبلیغ قادیان

نمبر شمار	نام کتب	تعداد کتب
۱	قرآن مجید بزبان انگریزی	۴۱۹
۲	اسلامی اصول کی فلاسفی "	۱۹۹
۳	آنحضرت صلعم عورتوں کے نجات دہندہ انگریزی	۳۱۶
۴	بائیبل کی رو سے مسیح نے صلیب پر وفات نہیں پائی انگریزی	۴۶۰
۵	ہمارے عقائد انگریزی	۴۶۰
۶	آپ اپنی قیمتی متاع کس طرح حاصل کر سکتے ہیں انگریزی	۴۶۰
۷	اسلام نے مثالی اخوت کیسے قائم کیا ہے۔ انگریزی	۴۶۰
۸	پوپ کو ایڈریس "	۵۰
۹	عالمی پیچیدگیوں کا حل "	۴۵۰
۱۰	حضرت مسیح کے بارے میں جدید انکشاف انگریزی	۶۹
۱۱	آؤ ہم موومنٹ "	۹۹۲
۱۲	خاتم النبیین "	۶۹۵
۱۳	مسیح کہاں فوت ہوئے انگریزی	۲۷۵
۱۴	مسیح ہندوستان میں "	۲۲۵
۱۵	احمدیہ موومنٹ واشنگٹن لیکچر "	۲۷۳
۱۶	آنحضرت صلعم انسانیت کے محسن۔ انگریزی	۳۱۸۰
۱۷	خصوصیات قرآن "	۶۶۶
۱۸	احمدیہ موومنٹ ان انڈیا انگریزی	۹۱۸
۱۹	قبر مسیح بزبان انگریزی	۲۱۸
۲۰	احمدیت کیا ہے "	۶۹۳
۲۱	اسلام اور اشتراکیت انگریزی	۸۴۰
۲۲	اسلام میں اقتصادی و سماجی مشکلات کا حل انگریزی	۱۲۱۴
۲۳	سیرت حضرت مسیح موعود و خلیفہ الاسلام۔ انگریزی	۱۳۱۱
۲۴	میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں انگریزی	۷۷۲
۲۵	پیغام صلح "	۱۳۱۳
۲۶	لائف آف محمدؐ انگریزی	۹۹
۲۷	اسلام دی سیڈ آف دی آورسہ	۸۸۱
۲۸	احمدیت کا پیغام بزبان اردو	۷۰۵
۲۹	ضرورت مذہب اردو	۶۲۹
۳۰	حکومت وقت اور احمدی مسلمان اردو	۱۲۹۱
۳۱	الہدیٰ اردو	۶۴۳
۳۲	اسلام اور اشتراکیت اردو	۹۵۲
۳۳	عقائد و تعلیمات اردو	۱۳
۳۴	مجاہد خاتم النبیین اردو	۵۹۳
۳۵	تحریک احمدیت بھارت داعیوں کی نظر میں اردو	۹۰۲
۳۶	الفتاویٰ اردو	۱۴۲۲
۳۷	رفع عیسیٰ علیہ السلام اردو	۹۹۰
۳۸	وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر علمائے مصر کا فتویٰ	۵۷۰
۳۹	تبلیغ اسلام زمین کے کناروں تک اردو	۷۲۳
۴۰	سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب اردو	۳۲
۴۱	ملکی اتحاد و قومی یکجہتی کی محکم بنیادیں اردو	۹۵۷
۴۲	خاتم النبیین کے بہترین معنے اردو	۹۷۱
۴۳	یورپ کو دعوت اسلام اردو	۷۲
۴۴	مناظرہ یادگیر	۱۸
۴۵	مولوی مودودی صاحب کے رسالہ ختم نبوت پر علمی تبصرہ اردو	۴۱۳
۴۶	تبلیغ ہدایت اردو	۲۵
۴۷	دعوۃ الامیر اردو	۲۸
۴۸	گلدستہ	۷۸
۴۹	آسمانی تحفہ اردو	۱۱۷۳
۵۰	حقیقی اسلام کتابچہ اردو	۱۲
۵۱	سیرت و سوانح حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ	۲۵
۵۲	تعاون کی پیشکش	۵
۵۳	احمدیہ جماعت علامہ نیاز فتح پوری کی نظر میں اردو	۴۲۸
۵۴	مناظرہ بیدرک	۳
۵۵	احمدیت یعنی حقیقی اسلام	۵
۵۶	میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں بزبان ہندی	۷۵۹
۵۷	دنیا ہار اگرشتی بزبان ہندی	۶۹۵
۵۸	حکومت وقت اور احمدی مسلمان "	۱۰۴۶
۵۹	آسمانی پیغام کانگریس نمائندگان کے نام ہندی	۷۱۳
۶۰	اسلامی اصول کی فلاسفی ہندی	۸۹
۶۱	قرآن مجید کا پہلا پارہ ہندی	۱۴۱
۶۲	اسلامی نماز ہندی	۸۲۰
۶۳	آسمانی تحفہ "	۵۹۱
۶۴	کرشن اوتار کا پیغام ہندی	۷۰۰
۶۵	تناسخ و آواگون منطق کے ترازو پر ہندی	۵۲۱
۶۶	پیغام صلح ہندی	۸۰۰
۶۷	دو ترجمے وفاداری کا سوال اردو	۵۸۰
۶۸	چولی پچل بزبان گورمکھی	۱۱۲
۶۹	میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں گورمکھی	۴۲۸
۷۰	اسلامی نماز گورمکھی	۳۴۲
۷۱	پیکھے بٹالے دا گورو گورمکھی	۴۵۳
۷۲	آسمانی تحفہ گورمکھی	۵۱۷
۷۳	جماعت احمدیہ کے مختصر حالات گورمکھی	۲۷۴
۷۴	لائف آف محمدؐ بزبان ہندی	۲۰
۷۵	اسلامی اصول کی فلاسفی اردو	۱۱۶
۷۶	درثمین اردو	۳۱
۷۷	آئینہ جمال اردو	۴
۸۸	آور فادرن مشن انگریزی	۸
۸۹	کشتی نوح اردو	۴۶
۹۰	حجۃ البالغہ اردو	۷
۹۱	مباحثہ مصر اردو	۹
۹۲	الاسراء والمعراج اردو	۱۲
۹۳	ختم نبوت کی حقیقت	۱۰
۹۴	سیرت النبی تقریر مرزا رفیع احمد صاحب	۶
۹۵	کلام محمود اردو	۱۵
۹۶	حضرت مسیح کشمیر میں اردو	۴
۹۷	نظام نو انگریزی	۱۶
۹۸	الفرقان	۵
۹۹	مخزن المعارف اردو	۱۳
۱۰۰	اسلام کا اقتصادی نظام انگریزی	۹
۱۰۱	سیرت طیبہ مسیح و منشور اردو	۱۲
۱۱۱	اسلامی نماز انگریزی	[illegible]
۱۱۲	تفہیمات ربانیہ اردو	۵